﴿......اِنَّ الفَضلَ بِيَدِ اللهِ يؤتِيهِ مَن يشاء ﴾☆(آل عمران:٧٤) ﴿......عَسٰی اَن يَبعَثَكَ رَبكَ مَقَاماً محموداً﴾ (بنی اِسرائيل:٨٠)

هفت روزه

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ:— نصیر احمد قمر

جلد ٦ جمعۃ المبارک ۵/مارچ ۱۹۹۹ء شمارہ ۱۰
١٦/ذوالقعدہ ۱۴۱۹ ہجری ☆ ۵/امان ۱۳۷۸ ہجری شمسی

﴿ارشادات عالیه سیدنا حضرت مسیح موعود علیه الصلوٰة والسلام﴾

عالمِ ربّانی سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے

علم اس چیز کو کہتے ہیں جو یقینی اور قطعی ہو اور سچا علم قرآن شریف سے ملتا ہے

''یاد رکھو کہ عالم ربانی سے یہ مراد نہیں ہوا کرتی کہ وہ صرف ونحو یا منطق میں بے مثل ہو بلکہ عالم ربانی سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو ہمیشہ اللہ سے ڈرتا ہے اور اس کی زبان بیہودہ نہ چلے......... قرآن شریف میں تو علماء کی یہ صفت بیان کی گئی ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ (فاطر: ۲۹) یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اللہ تعالیٰ کے وہ بندے ہیں جو علماء ہیں۔ اب یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ جن لوگوں میں یہ صفات خوف وخشیت اور تقوی اللہ کی نہ پائی جائیں وہ ہرگز اس خطاب سے پکارے جانے کے مستحق نہیں ہیں۔

اصل میں علماء عالم کی جمع ہے اور علم اس چیز کو کہتے ہیں جو یقینی اور قطعی ہو۔ اور سچا علم قرآن شریف سے ملتا ہے۔ یہ نہ یونانیوں کے فلسفہ سے ملتا ہے نہ حال کے انگلستانی فلسفہ سے۔ بلکہ یہ سچا ایمانی فلسفہ قرآن کریم کے طفیل سے ملتا ہے۔ مومن کا کمال اور معراج یہی ہے کہ وہ علماء کے درجہ پر پہنچے اور اسے حق الیقین کا وہ مقام حاصل ہو جو علم کا انتہائی درجہ ہے۔ لیکن جو لوگ علومِ حقہ سے بہرہ ور نہیں ہیں اور معرفت اور بصیرت کی راہیں اُن پر کھلی ہوئی نہیں ہیں وہ گو اپنے منہ سے اپنے آپ کو عالم ہیں مگر فی الحقیقت ایسے لوگ علم کی خوبیوں اور صفات سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ اور وہ روشنی اور نور جو حقیقی علم سے ملتا ہے ان میں بالکل پایا نہیں جاتا۔ بلکہ ایسے لوگ سراسر خسارہ اور نقصان میں ہیں۔ یہ اپنی آخرت دُخان اور تاریکی سے بھر لیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی۔ (بنی اسرائیل: ۷۳)۔ جو آدمی اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھایا جائے گا۔ یعنی جس کو یہاں علم بصیرت اور معرفت نہیں دی گئی اسے وہاں کیا علم ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والی آنکھ اسی دنیا سے لے جانی پڑتی ہے۔ جو آدمی یہاں ایسی آنکھ پیدا نہیں کرتا اسے یہ توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو آخرت کے دن دیکھ لے گا۔

لیکن جن لوگوں کو سچی معرفت اور بصیرت دی جاتی ہے اور وہ علم جس کا نتیجہ خشیۃ اللہ ہے عطا کیا جاتا ہے۔ وہ وہی لوگ ہیں جن کو اس حدیث میں انبیاء بنی اسرائیل سے تشبیہ دی گئی ہے''۔ (ملفوظات جلد اول مطبوعه لندن صفحه ۳۴۹،۳۴۸)

مختصرات

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل پر روزانہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ''ملاقات'' کا پروگرام نشر ہوتا ہے۔ یہ پروگرام احباب کی دینی اور روحانی تعلیم وتربیت کے لئے بے حد مفید اور اہم ہے۔ مختصرات کے اس کالم میں ہم ہفتہ بھر کے پروگرام ''ملاقات'' کی مختصر ڈائری پیش کرتے ہیں تاکہ اگر کوئی دوست اصل پروگرام سن یا دیکھ نہیں سکے تو وہ مطلوبہ پروگرام کا حوالہ دے کر اپنے ملک کے شعبہ سمعی وبصری سے یا شعبہ آڈیو ویڈیو (یو۔کے۔) سے اس کی ویڈیو حاصل کر سکیں۔ اس ہفتہ کے پروگرام ''ملاقات'' کا مختصر خلاصہ اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین ہے۔

ہفتہ، ۱۳/فروری ۱۹۹۹ء :

آج حضور انور کے ساتھ بچوں کی ملاقات کا پروگرام ریکارڈ اور براڈ کاسٹ کیا گیا۔ آغاز کلاس سورۃ الانعام کی آیات ۱۱ تا ۱۴ کی تلاوت وترجمہ سے ہوا۔ بعدہ ایک حدیث اور اس کی تشریح سنائی گئی۔ حدیث قرآن مجید کی تجوید کے بارے میں تھی۔ اس کے بعد لا الہ الا اللہ کا خوبصورت نغمہ سنایا گیا اور پھر کچھ لطیفے اور بجھارتیں پیش کی گئیں۔ اس کے بعد ایک تقریر ہوئی جس کا موضوع حضرت مسیح موعودؑ کی تبلیغ اسلام تھا۔ اس کے بعد ایک بچی نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظم ''عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ'' ترجمے کے ساتھ سنائی۔ اس کے بعد قرآن مجید کے موضوع پر ایک Quiz منعقد کیا گیا جس میں لڑکیوں اور لڑکوں نے حصہ لیا۔ آج بچوں کی طرف سے محترمہ امتہ الرشید شوکت صاحبہ مرحومہ (اہلیہ مکرم ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم) کی وفات پر تعزیت کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔

اتوار، ۱۴/فروری ۱۹۹۹ء :

آج حضور انور ایدہ اللہ کے ساتھ انگریزی بولنے والے احباب کی ملاقات کا دن تھا اور آج وہ پروگرام نشر کیا گیا جو ۹/جولائی کو پہلی بار نشر کیا گیا تھا۔ چند اہم سوالات حسب ذیل ہیں :

☆...... میوزک کرسچین عبادت کا حصہ ہے۔ اسلام کا کیا عقیدہ ہے ؟

☆......Benjamin Franklin نے کہا کہ اس دنیا میں سوائے موت کے کوئی چیز یقینی نہیں تو اس صورت میں دنیا کی اگلی Millenium میں کیا حالت ہوگی ؟

☆...... کیا ہمیں اپنے مرنے کے بعد اپنے اعضاء دوسروں کو دینے کی اجازت ہے ؟

☆...... دنیا میں تین طاقتیں ہیں۔ کیپٹلزم، کمیونزم اور اسلام۔ جب اسلام کا غلبہ ہوگا تو دولت یا اقتصادیات کی کیا پوزیشن ہوگی ؟

☆...... سینٹ پال نے کہا ہے کہ شریعت

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

اللہ کی ذات بہت پُرلطف ہے ۔ اپنی زندگی اس کی ذات میں سفر، اس کی جستجو میں گزاریں تو اس پہلو سے بھی خدا کی محبت دلوں میں پیدا ہوگی

آیت الکُرسی کے حوالہ سے الحیّ القیّوم خدا کی عظمت وشان کا پُرلطف بیان

(خلاصه خطبه جمعه ۱۲/فروری ۱۹۹۹ء)

لندن (۱۲/فروری) : سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور ایدہ اللہ نے گزشتہ خطبہ کے تسلسل میں آیت الکرسی کے حوالہ سے مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے اس آیت کا وہ ترجمہ پیش فرمایا جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے بیان فرمایا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اَللہ تعالیٰ عالم ہے تمام چیزوں کا تو اس کے لئے قطعی دلائل بھی تو ہونے چاہئیں۔ حضور نے فرمایا کہ وہ سب دلائل آیت الکرسی میں موجود ہیں۔ حضور نے معروف انگریز مصنف ونقاد جان رسکن کے ایک مقولہ کے حوالہ سے فرمایا کہ ہر سفر اپنی رفتار کی براہ راست نسبت کے ساتھ dull ہوتا چلا جاتا ہے۔ یعنی جتنا تیز رفتار ہو اتنا ہی سفر dull ہو جائے گا۔ کہنے کو یہ عام سا فقرہ ہے مگر اس میں گہرے معانی پوشیدہ ہیں۔ جتنا تیز رفتاری کے ساتھ سفر کرو گے اتنا ہی مضمون کی کم سمجھ آئے گی۔ رفتار بڑھائیں گے تو علم کی حقیقت ہاتھ سے جاتی رہے گی اس لئے اس آیت کے مضامین پر بھی ٹھہر کر غور کرنا ہوگا۔

حضور انور ایدہ اللہ نے ریشم کے کیڑے کی مثال دی جو اپنے اندر سے ایک دھاگہ نکالتا ہے اور اسے اس طرح بنتا ہے کہ اس کے اندر خود قید ہو جاتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اس میں ایسی تبدیلی ہوتی ہے کہ گویا وہ

باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

درد دل سے ایک پیغام

کراچی کے جناب الیاس ستار صاحب کے نام

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بصیرت افروز تحریرات کی رو سے عاجز نے جناب الیاس ستار صاحب آف کراچی کے انعامی سوالوں کا ایک جواب سپرد قلم کیا تھا جو الفضل انٹرنیشنل ۲۰/نومبر ۱۹۹۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے حضرت اقدس کا ہر معجز نما حوالہ ضرب کلیمی ثابت ہو رہا ہے جس نے ستار صاحب کے احمدیت کے خلاف مزعومہ فولادی قلعے کو پاش پاش کر دیا ہے۔ جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جواب کی اشاعت کے بعد کئی ماہ تک ان پر مکمل سکوت مرگ طاری رہا اور انہیں کسی حوالہ کو چیلنج کرنے یا جواب تحریر کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ مگر اب وہ اس بے بنیاد پراپیگنڈا کے لئے کاغذ سیاہ کر رہے ہیں کہ سوالوں کا جواب نہیں دیا گیا حالانکہ خدا ترسی کا تقاضا یہ تھا کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی حقانیت کا برملا اعتراف کرتے جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ الزمر آیت ۱۹ کا تقاضا ہے ﴿الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ﴾ یا کم از کم وہ اپنے رسالہ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات پر مشتمل جوابات بھی شائع کر دیتے تا حق کے طالب خود اصل حقیقت تک پہنچ سکتے۔ اللہ جلشانہ نے نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ کو "مذکّر" کا خطاب عطا کرتے ہوئے یہی ارشاد فرمایا ہے کہ "لست علیم بمصیطر" (الغاشیہ: ۲۲، ۲۳)۔ آپ ان پر داروغہ نہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ جناب الیاس ستار صاحب نے اپنی بے بسی اور ناکامی کو چھپانے کے لئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور اس ناچیز کو دعوت مباہلہ بھی دی ہے اور یہ مطالبہ کر کے نہ صرف ایک نئی شریعت اختراع کر لی ہے بلکہ اپنے دینی علم کا پردہ خود ہی چاک کر دیا ہے کہ مباہلہ کے لئے شمسی پارک بہادر آباد کراچی یا دنیا کے کسی میدان میں آکر مباہلہ کر لیں۔ حالانکہ لفظ مباہلہ کا مآخذ بَہَل ہے جس کے معنی عربی کی مشہور لغت "لسان العرب" میں لعنت کے لکھے ہیں اور ابتہل فی الدعا کا مطلب یہ بتایا ہے کہ **نہایت درجہ آہ و زاری سے جناب الٰہی میں دعا۔**

پس مباہلہ کے لئے کسی میدان میں فریقین کا جمع ہونا ضروری نہیں، نہ قرآن مجید اور احادیث سے ہرگز ہرگز ایسی کوئی شرط ہمیں ملتی ہے۔ آیت مباہلہ میں لفظ تَعَالَوا سے بھی مطلقاً اس نظریہ کی تائید نہیں ہو سکتی کیونکہ ربّ ذوالجلال نے یہی لفظ معاً بعد آیت "قُل یَاَھْلَ الکِتَابِ تَعَالَوا اِلیٰ کَلِمَۃٍ......" (آل عمران: ۶۵) میں استعمال کر کے اس لفظ کے معنے اپنی حکمت کاملہ سے چودہ سو سال قبل خود ہی کھول دئے ہیں کہ یہاں تَعَالَوا کا لفظ فریقین کے کسی جگہ مادی طور پر جمع ہونے کے لئے نہیں بلکہ یہ لفظ فقط اعلان و اظہار کے لئے مستعمل ہے۔ پس مباہلہ کے حقیقی معنے فریقین کا ایک دوسرے پر لعنت ڈالنے اور تضرع سے دعا کرنے کے ہیں یہی وجہ ہے کہ خدا کے شیر اور ہمارے مقدس امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ نے مباہلہ کے قرآنی ارشاد کے عین مطابق ۱۰/جون ۱۹۸۸ء سے اپنی طرف سے چھ بار لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الکٰذِبِیْن شائع کر کے دنیا بھر کے مخالفین احمدیت پر اتمام حجت کر دی اور انہیں مقابلہ پر لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الکٰذِبِیْن شائع کرنے کے لئے پوری قوت و شوکت سے للکار رہے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"سارے علماء مل کر یہ "حلفیہ بیان" پاکستان میں شائع کریں اور باہر دنیا میں اس کے ترجمے کرا کے شائع کرائیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہ یقین رکھتے ہوئے کہ جھوٹوں پر اس کی لعنت پڑتی ہے اور یہ دعا کرتے ہوئے کہ اگر ہم جھوٹے ہوں تو خدا ہم پر لعنت ڈالے اور ہمیں ذلیل و رسوا کرے، اس دنیا میں اور آخرت میں بھی............ پھر دیکھیں خدا کی تقدیر کیا ظاہر کرتی ہے"۔ (خطبہ جمعہ ۶/مارچ ۱۹۸۷ء)

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ماہنامہ احمدیہ گزٹ مباہلہ نمبر اگست، ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۸ء)

ہمیں خوشی ہوگی اور اس دن کے بشدت منتظر ہیں جب محترم الیاس ستار صاحب بذریعہ اشتہار اپنی طرف سے بھی لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الکٰذِبِیْن شائع کر کے اس دعوت مباہلہ کو عملاً قبول فرمالیں۔ اب یہ مستقبل ہی بتائے گا کہ جناب ستار صاحب مردِ میدان بن کر اپنی طرف سے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الکٰذِبِیْن کہنے کا اشتہار شائع کریں گے یا فن پراپیگنڈا کے ماہر گوئبلز کے پرستار بننے کو ترجیح دیں گے۔

مہدیٔ وقت حضرت مسیح موعودؑ نہایت دردِ دل سے تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پُر آب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں، ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا جو کام آیا۔ اب ان لوگوں میں سے اس کے مثل بھی کوئی نکلنا محال اور غیر ممکن ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو آخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں۔ یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہونگے۔ اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور"۔

"جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو"۔

(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۵۸، ۵۹، طبع اول ۲۰۰/دسمبر ۱۹۰۰ء)

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

بقیہ: خلاصہ خطبہ جمعہ از صفحہ اول

وجود ہی مختلف ہے لیکن وہ کیوں ایسا کرتا ہے، اس کو کس نے سکھایا، اس کی سرشت میں یہ بات کیسے داخل ہوئی اور اسے ریشم کا دھاگہ بنانے کا لعاب کیسے عطا ہوا۔ یہ وہ چیز ہے جسے انسان کبھی بھی سمجھ نہیں سکے گا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ اس کو انسان نے پیدا نہیں کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس پہلو سے الحی القیوم پر روشنی ڈالی ہے کہ زندگی دینے والا انسان نہیں تھا اور کیڑا خود اپنے آپ کو زندگی دینے والا نہیں تھا۔ جس کا مطلب ہے زندگی دینے والا ایک بیرونی وجود ہے۔ پھر اس کیڑے کی بقا کا بھی وسیع انتظام ہے۔ وہ درخت اگائے جن پر وہ پل سکتا ہے۔ اب وہ درخت اس کی پیدائش سے بھی پہلے اگائے۔ غرضیکہ صرف اس کیڑے پر غور کریں تو خدا کی ہستی کا انکار نا ممکن ہو جاتا ہے اور صرف اس کیڑے پر منحصر نہیں، ایسے حشرات الارض لا انتہا ہیں جن کی زندگی کے دائروں پر ابھی انسان کی نظر نہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد مبارک کے حوالہ سے بتایا کہ یہ اللہ کے علم کی کرسی ہے جس کے اندر ساری کائنات سمائی ہوئی ہے۔ اللہ کی ذات بہت پر لطف ہے۔ یہ اتنا وسیع مضمون ہے کہ لَا یُحِیْطُونَ بِشَیْءٍ مِنْ عِلْمِہٖ کا مضمون بار بار انسان کے سامنے ابھرتا ہے۔ وہ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکیں گے مگر اتنا جتنا وہ چاہے اور جب وہ چاہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے ایک اور انگریز شاعر الیگزینڈر پوپ کے متعلق بتایا کہ اس نے مشہور سائنسدان نیوٹن کے کتبہ کے لئے ایک شعر لکھا تھا کہ:

Nature & Nature laws lay hid in night
God said let Newton be and all was light

یعنی قانون قدرت اور قانون قدرت کے راز رات کے اندھیرے میں لپٹے ہوئے تھے (یعنی لاعلمی کے اندھیرے تھے) خدا نے کہا نیوٹن ہو جا اور روشنی پھیل گئی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ اتنا عظیم فقرہ ہے کہ آج تک کسی سائنس دان کو ایسا خراج تحسین پیش نہیں کیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ امر واقعہ ہے کیونکہ دنیا کے بڑے بڑے سائنس دان روشنی سے اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں مگر نیوٹن وہ سائنس دان ہے جس نے اندھیروں سے روشنی کی طرف سفر کیا اور روشنی کو پالیا۔ نیوٹن نے عیسائیت کی گود میں پرورش پائی تھی، تثلیث اسے پڑھائی گئی مگر جوں جوں خدا کے نور سے اس نے روشنی حاصل کی وہ تثلیث والی عیسائیت سے متنفر ہوتا چلا گیا اور خدا کی وحدانیت کا قائل ہوا۔ اس بنا پر اسے اپنی ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے مگر اس نے اس کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کی۔ اس نیوٹن کا اقرار ہے کہ میں اپنے کام میں کھویا ہوں مجھے کیا پتہ کہ دنیا میرے متعلق کیا جانتی ہے لیکن اپنی نظر میں میں اپنے آپ کو اس بچے کی طرح دیکھتا ہوں جو ایک وسیع سمندر کے ساحل پر کھیل رہا ہو اور جو اپنے دل بہلاوے کے لئے کبھی ایک چھوٹا سا ملائم پتھر ڈھونڈھ لیتا ہے اور کبھی کوئی گھونگا تلاش کر لیتا ہے اور عظیم الشان سچائی کا سمندر اس کے سامنے دور تک پھیلا پڑا ہو اور گہرائی میں اس کی کوئی اتھاہ نظر نہ آرہی ہو۔ اگر وہ اپنے آپ کو عالم اور سائنس دان کہہ سکتا ہے تو پھر نیوٹن کو بھی دیکھ لو کہ وہ اپنے آپ کو کیا کہہ سکتا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی علم کی کرسی آسمانوں اور زمین پر محیط ہے۔ سارے علوم خدا نے انسان کی پیدائش سے بہت پہلے سے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جس دماغ سے سائنس دان ان چیزوں پر غور کرتے ہیں وہ دماغ بھی تو انہوں نے خود نہیں بنایا، وہ چیزیں بھی انہوں نے نہیں بنائیں اس لئے جتنی بھی یہ جستجو کریں وہ سب بھی اللہ کے علم کے اندر ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اپنی زندگی اللہ کی ذات میں سفر اور اس کی جستجو میں گزاریں تو اس پہلو سے بھی خدا کی محبت دلوں میں پیدا ہوگی اور اس کی صفات کے حوالہ سے ایک نور عطا ہوگا۔ خدا کرے کہ یہ نور ہم پر بھی چمکے اور ہماری جماعت کی وساطت سے سب دنیا پر چمکے۔

گوتم بدھ کے اقوال کی روشنی میں
بار بار پیدائش کے مسئلہ کی اصل حقیقت

(مسعود احمد دہلوی)

دوسری قسط

بُرے خیالات نئی موت اور نئی پیدائش کے آئینہ دار ہوتے ہیں

گوتم بدھ کے چیلوں میں ایک ناپختہ کار چیلا میگھیا(Meghiya) نامی بھی تھا۔ وہ ایک روز بدھ کی اجازت سے بھیک مانگنے کے لئے باہر نکلا۔ بھیک مانگنے اور پیٹ بھر کر کھانے کے بعد وہ بدھ کے ڈیرے کی طرف واپس آرہا تھا کہ راستہ میں اس نے آموں کا ایک بہت خوبصورت باغ دیکھا۔ اسے اس باغ کی پر فضا و پر سکون جگہ بہت پسند آئی۔ اس نے سوچا مراقبہ اور دھیان گیان کے لئے یہ جگہ بہت موزوں رہے گی کیوں نہ میں یہاں ڈیرہ جما کر دھیان گیان میں مصروف رہوں۔ اس نے واپس آکر گوتم بدھ سے اجازت طلب کی کہ وہ وہاں سمادھ لگانے کا متمنی ہے۔ انہوں نے اسے کچھ دن ٹھہرنے کا ارشاد فرمایا۔ کچھ دن بعد اس نے پھر اجازت طلب کی۔ بدھ نے اسے پھر ٹھہرنے کے لئے کہا۔ کچھ روز کے بعد جب اس نے تیسری بار اجازت مانگی تو بدھ نے فرمایا جو تیرا جی چاہتا ہے وہ کر۔ اس کو اجازت تصور کرکے میگھیا نے آموں کے باغ کے پر فضا ماحول میں خوشی خوشی ڈیرہ جا لگایا اور مراقبہ کے طور پر دھیان گیان میں مشغول رہنے لگا۔ لیکن چند روز بعد شیطان نے اپنی کارستانی شروع کر دی اور لگا اس کو ورغلانے اور اس کے دل میں وسوسے پیدا کرنے۔ اُس کے دھیان گیان میں ایسا خلل پڑا کہ دل و دماغ سے نیکی کے خیالات تور فوچکر ہونے لگے اور ان کی جگہ خواہشات نفسانی کو ابھارنے والے خیالات ، بغض وعناد کی ترغیب دینے والے خیالات اور ظلم کی طرف مائل کرنے والے رجحانات اپنے پاؤں جمانے لگے۔ اس وقت میگھیا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ بڑا شرمندہ اور متأسف ہو کر بدھ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ گوتم بدھ نے اسے اس کی غلطی کا احساس دلانے کے لئے بہت لمبی چوڑی نصائح فرمائیں۔ انہوں نے کہا دھرم کی رہ ثابت قدمی اور پختہ کاری حاصل کرنے کے لئے پانچ باتیں بہت ضروری ہیں۔ اول شرط یہ ہے کہ نا تجربہ کار اور غیر مستقیم الحال سالک کے لئے ضروری ہے کہ صحبت صالحین سے مستفیض ہو۔ دوسرے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود عزم وتعہد کے ساتھ نیکیاں بجالائے اور اخلاقی حدود و قیود کی پابندی کو اپنا دستور العمل بنائے۔ تیسرے وہ اہل علم کے ساتھ تبادلۂ خیال کرکے ان کے علم اور ان کی معرفت سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرے۔ چوتھے نمبر پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ خود مجاہدہ کرے اور اس مجاہدہ کے دوران اوامر و نواہی پر پوری طرح کاربند رہے۔

پانچویں ایسے ناپختہ کار مجاہد کو اپنے آپ کو اتنی عقل اور سمجھ سے مزین کرنا چاہئے کہ وہ ہر شئی کے آغاز و انجام سے بہرہ ور ہو کر ہر چیز کی علت غائی کی گہرائی کو سمجھنے اور دُکھ کے مکمل استیصال کے طریقوں پر عبور حاصل کرنے کے قابل ہو سکے۔ ثابت قدمی اور پختہ کاری حاصل کرنے کے ان پانچ ذرائع پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کے بعد گوتم بدھ نے آخر میں چند کلمات ایسے کہے جن سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ گوتم بدھ اسی زندگی میں رونما ہونے والے تغیرات کو نئی پیدائش اور نئی موت سے تعبیر کرتے تھے۔ وہ حقیقی موت کے بعد نئے جنم کے طور پر کسی بھی انسان کے دنیا میں واپس آنے کے ہرگز قائل نہ تھے۔ انہوں نے میگھیا کو مخاطب کرکے فرمایا:

"He who judges not aright these mean and subtle thoughts.

Whereby the mind is puffed up and inflated .Wanders from birth to birth with wavering mind.

But the awakened, ardent and mindful, who keeps such thoughts in subjection

Has rid him of the thoughts which puff up and inflate the mind'."

(The life of Gotama the Buddha by E.H.Brewster.pp126)

"جو شخص ایسے سفلہ اور باریک خیالات کو صحیح طور پر نہیں پرکھتا حالانکہ ان سے ذہن میں غرور سما جاتا ہے اور انسان اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگتا ہے وہ بے یقینی کا شکار ہو کر ایک پیدائش سے دوسری پیدائش کی طرف بھٹکتا رہتا ہے۔ برخلاف اسکے جو بیدار مغز، دُھن کا پکا اور ہوشمند وچوکس ہوتا ہے اور جو سفلہ خیالات کو دبا کے رکھتا ہے وہ بالآخر ان خیالات سے مبرا ہو جاتا ہے جو ذہن کو غرور سے بھر کر انسان کو مغرور بنا دیتے ہیں"۔

گوتم بدھ کے اس ارشاد سے صاف عیاں ہے کہ برے خیالات کے زیر اثر تذبذب اور بے یقینی کا شکار ہونے کے نتیجہ میں انسان پر اخلاقی اور روحانی فساد و بگاڑ کی شکل میں جو مختلف حالتیں آتی ہیں انہیں وہ استعارہ کے طور پر بد سے بدتر حالتوں کو نئی پیدائشوں یا نئے جنموں سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ یہاں حقیقی موت واقع ہونے سے مراد اس دنیا میں نئے جنم کے ذریعہ واپس لوٹنے کا سرے سے کوئی قرینہ موجود ہی نہیں ہے۔ یہ تو اسی زندگی کے دوران رونما ہونے والی نت نئی حالتوں کا بیان ہے اس سے زیادہ اَور کچھ نہیں۔

بدھ کے مواعظ میں واضح طور پر حقیقی موت کا ذکر

اب ہم گوتم بدھ کے اس خاص وعظ کا ذکر کرتے ہیں جس میں وہ واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بدیہی طور پر حقیقی موت کا ذکر کرتے ہیں اور اس انداز سے کرتے ہیں کہ اس میں ڈھونڈے سے بھی اس دنیا میں واپس آنے اور کسی نہ کسی رحم مادر میں بار بار جنم لینے کا خفیف سا اشارہ بھی نہیں ملتا اور اگر ذکر ملتا ہے تو صرف اور صرف اگلے جہان میں شروع ہونے والی یکسر ایک نئی زندگی کا۔ "تری پٹک" میں شامل مواعظ کا ایک مجموعہ "دیگھ نکایا" کہلاتا ہے اور اس کا سولہواں حصہ "مہاپری نباّستانا"(Maha Parinibbana Suttana) کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں گوتم بدھ کے ان آخری سفروں کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے وصال سے معاً قبل اختیار کئے اور جگہ جگہ اپنے پیروؤں کو مخاطب کرکے اپنی تعلیمات کو خلاصۃً ان کے ذہن نشین کرایا اور وہ یہی تھا کہ دنیوی زندگی میں بداخلاقی کی ارذلی حالتوں میں منتقل ہونے کے سوا بار بار پیدائش کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ ہر شخص مرنے اور اس مادی جسم کے گلنے سڑنے کے بعد اگلے جہان میں جسے وہ "World of Devas" یعنی مہاتماؤں کی دنیا کہتے ہیں ایک نئی زندگی شروع کرے گا۔ برے اعمال والے دکھ اور اذیت کی جگہ میں داخل کئے جائیں گے اور اچھے اعمال والے خوشی اور خوشحالی کی ایک الگ دنیا میں جگہ پائیں گے۔ چنانچہ پاٹا لیگامہ (Pataligama) کے مقام پر اپنے پیروؤں سے جو خطاب فرمایا اس میں کہا:

"Then the Exalted One addressed the Pataligama disciples, and said ''Fivefold, O householders, is the loss of the wrong-doer through his moral failture. In the first place the wrong-doer failing in morals falls into great poverty through carelessness; in the next place his evil repute gets noised abroad; thirdly, whatever society he enters-whether of nobles, brahmins, heads of houses, or men of a religous order- he enters with diffidence and confused; fourthly, he is confused in mind when he dies; and lastly, on the dissolution of the body, after death he is reborn into some unhappy state of suffering or woe. This, O householders, is the fivefold loss of the evil-doer."

(The life of Gotama the Buddha by E.H.Brewster.pp181-182)

"اے گرہستی یعنی اہل و عیال اور گھر بار کی زندگی بسر کرنے والو! اخلاقی ناکامی سے دوچار ہونے والے بدکردار لوگوں کو پانچ قسم کے خساروں کو سامنا کرنا ہوگا۔ سب سے اول تو یہ کہ بدکردار شخص اخلاقی طور پر ناکام رہنے کی وجہ سے لاپرواہی کے ہاتھوں غربت کا شکار ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی بُری شہرت دور دور تک پھیل جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ جس سوسائٹی میں بھی داخل ہوتا ہے خواہ وہ شرفاء کی سوسائٹی ہو یا برہمنوں، گھر والوں کے سربراہوں یا کسی بھی مذہبی مسلک کے پیروؤں کی سوسائٹی ہو وہ بے حوصلگی و بے اعتمادی، پریشان خیالی اور پریشان حالی کے ساتھ داخل ہوگا۔ چوتھے جب وہ مرتا ہے تو ذہنی الجھن اور بے یقینی کی حالت میں جان دیتا ہے اور آخر الامر کے طور پر جب موت وارد ہونے کی وجہ سے اس کا جسم فنا کی زد میں آجاتا ہے تو وہ ہر قسم کی خوشی سے عاری دکھ اور اذیت کی حالت میں ایک نئی پیدائش کا آغاز کرتا ہے۔ (اس سے بدھ کی مراد یہ ہے کہ وہ دوزخ میں جگہ پاتا ہے)۔ اے گرہستی والو! یہ ہیں خسارے کے پانچ پہلو جن سے ایک بدکردار انسان کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲)

اس کے بالمقابل گوتم بدھ نے گرہستی کے دھندوں میں پھنسے ہونے کے باوجود نیک اعمال بجا لانے والے صاحبِ کردار لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

Fivefold, O householders, is the gain of the well-doer through his moral development. In the first place the well-doer, morally developed, acquires great wealth through his industry; in the next place good reports of him are spread abroad; thirdly, whatever society he enters, whether of nobles, brahmins, heads of houses, or members of a religous order, he enters confident, and self-possessed; fourthly, he dies not confused in mind; and lastly, on the dissolution of the body, after death, he is reborn into some happy state in heaven. This O householders is the fivefold gain of the well-doer.

(The life of Gotama the Buddha by E.H.Brewster.pp182)

"اے گرہستی والو! جو شخص اخلاقی ترقی کے ذریعہ نیکوکار بننے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا اس کے لئے پانچ پہلوؤں کے لحاظ سے فلاح مقدر ہوتی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ بلند اخلاق والا صاحب کردار شخص اپنی محنت شاقہ سے بڑی دولت کماتا ہے (اس سے مادی اور روحانی دونوں دولتیں مراد ہو سکتی ہیں۔ ناقل)۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کی نیک شہرت دور دور پھیل جاتی ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ جس سوسائٹی میں بھی وہ جاتا ہے خواہ

وہ شرفاء کی سوسائٹی ہو یا برہمنوں کی، گھروں کے سربراہوں یا کسی بھی مذہبی مسلک سے تعلق رکھنے والوں کی سوسائٹی ہو وہ بڑے اعتماد اور یقین سے پُر باطنی وقار کے ساتھ ان کے درمیان جاتا ہے اور جب اسے موت آتی ہے تو وہ کسی ذہنی الجھن میں مبتلا نہیں ہوتا اور آخر الامر یہ ہے کہ جب موت کے بعد اس کا جسم فنا کی زد میں آتا ہے تو وہ جنتِ سماوی میں خوشی اور خوشحالی کی حالت میں اپنی ایک نئی پیدائش کا آغاز کرتا ہے۔اے گرہستی والو! یہ ہیں فلاح کے پانچ پہلو جن سے ایک صاحب کردار انسان شادکام ہوتا ہے"۔(ایضاً صفحہ ۱۸۲)

گوتم بدھ کے اس وعظ میں On the dissolution of the body (یعنی مادی جسم کے فنا ہو جانے) کا قرینہ صاف بتا رہا ہے کہ یہاں انہوں نے اصل اور حقیقی موت کا ذکر کیا ہے۔ اور چونکہ حقیقی موت کے بعد کسی بھی انسان کی اس دنیا میں واپسی ممکن نہیں اس لئے اس جہان سے گزر جانے کے بعد انہوں نے بار بار پیدائش کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ذکر کیا ہے تو اس امر کا کہ برے اعمال والے دوزخ میں جائیں گے اور نیک اعمال والے اگلے جہان کی جنتِ سماوی میں بسیرا کریں گے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ بار بار پیدائش کے ضمن میں جہاں جسم خاکی کے فنا ہونے کا ذکر نہیں آتا وہاں بدھ اسی دنیا میں بار بار مرنے اور جینے کا ذکر کرتے ہیں۔ اب بار بار مرنے اور بار بار پیدا ہونے سے حقیقی موت اور حقیقی پیدائش مراد نہیں ہوتی بلکہ وہ بار بار مرنے اور بار بار پیدا ہونے سے انسان کی اسی زندگی میں بدی اور نیکی کی تحریکات کے زیر اثر رونما ہونے والے تغیرات اور ادلتی بدلتی کیفیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ان ادلتی بدلتی کیفیات کو ہی وہ بطور استعارہ بار بار مرنے اور بار بار پیدا ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔برخلاف اس کے جہاں وہ جسم خاکی کے فنا ہو جانے کی قید کے ساتھ مرنے کا ذکر کرتے ہیں وہاں وہ صرف اگلے جہان میں حسب اعمال جنت یا دوزخ میں نئی زندگی سے ہمکنار ہونے کا ذکر کرتے ہیں نہ کہ اسی جہان میں بار بار واپس آنے کا۔اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی تحدی سے اعلان فرمایا ہے کہ بدھ جس تناسخ کا قائل تھا اس کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہ تھی کہ اسی زندگی میں انسان طرح طرح کی پیدائشوں میں سے گزرتا ہے ورنہ حقیقی موت وارد ہونے کے بعد وہ کسی کے بھی مختلف جونیں اختیار کر کے اس دنیا میں واپس آنے کا ہرگز قائل نہ تھا۔یہی اصل حقیقت ہے بار بار پیدائش کے اس عقیدہ کی جو بدھ کے پیرو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

آواگون کے طور پر بار بار پیدائش کا مکمل انقطاع

گوتم بدھ کے آخری حصہ عمر کے مواعظ و خطبات سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ انہیں سب سے زیادہ فکر اس بات کی تھی کہ کہیں ان کے پیرو ہندوؤں کے عقیدۂ تناسخ کے زیر اثر بار بار پیدائش کے لامتناہی سلسلہ کے چکر میں دوبارہ نہ پھنس جائیں اور اس طرح پھر حقیقی نیکی اور پاکبازی کی اصل راہ سے دور نہ جا پڑیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے ہر وعظ میں اس امر پر بہت زور دیتے تھے کہ اب بار بار پیدائش کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔جو بھی فوت ہوگا وہ اب کبھی دنیا میں واپس نہیں آئے گا۔جو بھی نیکی اور پاک بازی اختیار کر کے حیاتِ ابدی کا خواہاں ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسی زندگی میں اپنے آپ کو پاک بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے تا کہ وہ بعد از وفات اور جنتِ سماوی میں ابدی بسیرے کا حقدار قرار پا سکے۔

(۱)......پاتالیگاما مقام میں کچھ عرصہ قیام کرنے اور وہاں کے لوگوں کو وعظ و نصائح فرمانے کے بعد گوتم بدھ اپنے خاص بندوں اور دیگر ہزاروں چیلوں کے ہمراہ کوٹی گاما (Kotigama) نامی قصبہ میں آئے اور یہاں اپنے قیام کے دوران انہوں نے جو وعظ فرمایا اس کے آخر میں بار بار پیدائش کے سلسلہ کے مکمل انقطاع کو دکھ اور غم سے نجات دلانے والی چار عظیم الشان صداقتوں پر عمل پیرا ہونے سے وابستہ قرار دیا اور فرمایا کہ میں نے بار بار پیدائش کے سلسلہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔انہوں نے فرمایا:۔

"By not seeing the Aryan Truth as they really are.

Long is the path that is traversed through many a birth.

When these are seen, the cause of rebirth is removed.

The root of sorrow uprooted, then is no more becoming.

(The life of Gotama the Buddha by E.H.Brewster.pp183)

عظیم الشان صداقتوں کو ان کی اصلیت کے ساتھ نہ سمجھنے کے نتیجہ میں بہت لمبی مسافت طے کرنا پڑتی ہے اور اس مسافت کا راستہ بہت سی پیدائشوں میں سے ہو کر گزرتا ہے۔(جیسا کہ ہم اوپر واضح کر آئے ہیں، یہ پیدائش اسی زندگی میں رونما ہونے والے تغیرات سے عبارت ہوتی ہیں۔ ناقل) جب ان عظیم الشان صداقتوں سے آگاہی حاصل ہو جائے بار بار پیدائش کا سبب دور ہو جاتا ہے۔دکھ اور غم کی جڑ کٹ جاتی ہے پھر دوبارہ کوئی اور روپ اختیار کرنے کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے"۔

بدھ نے جن عظیم الشان صداقتوں کا ذکر کیا وہ یہ تھیں کہ دکھ اور غم میں مبتلا ہونے کا سبب انسان کی اپنی سفلی خواہشات ہوتی ہیں۔اگر انسان سفلی خواہشات کے پیچھے نہ لگے اور انہیں دبائے اور قابو میں لا کر درمیانی راہ اختیار کرے یعنی نہ نفسانی خواہشات کا غلام بنے اور نہ جائز خواہشات کی نفی پر تل جائے بلکہ درمیانی راہ پر گامزن ہو کر نیکی اور پارسائی کو لازم پکڑے تو پھر اسی زندگی میں دوبارہ پیدا ہونے یعنی نفس پرستی کا کوئی اور روپ دھارنے کا میلان کالعدم ہو کر رہ جاتا ہے۔

(۲)......اس کے بعد گوتم بدھ سفر کرتے ہوئے مہاوانا (Mahavana) نامی مقام پر پہنچے اور وہاں قیام کے دوران "کوتاگارا ہال" (Kutagara Hall) میں اپنے ہزاروں پیروؤں کو بہت دلگداز وعظ سے نوازا۔اس وعظ کے آخر میں انہوں نے فرمایا:

"میری عمر اب پوری ہو گئی ہے۔میری زندگی اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے۔میں اب تمہیں خیرباد کہہ رہا ہوں۔میں صرف اپنے قلب کی پاکیزگی پر انحصار کرتے ہوئے تم سے رخصت ہو رہا ہوں۔عزم واستقلال سے نیکی کی راہ پر گامزن رہو۔اپنے دلوں کے خود نگران بنو۔جو تھکتا اور ماندہ نہیں ہوتا اور صداقت اور اس کے ضابطوں کو مضبوطی سے تھامے رکھتا ہے اور بار بار پیدائش کے ناپیدا کنار سمندر سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے وہ غم واندوہ کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا"۔

(ای۔ایچ۔بریوسٹر کی کتاب لائف آف گوتما دی بدھا صفحہ ۱۹۸)

گوتم بدھ کے آخری پیغاموں میں سے یہ پیغام انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔یہ بحیثیت مصلح ان کی آمد کی غرض کا آئینہ دار ہوتے ہوئے ان کی جملہ تعلیمات کے خلاصہ پر مشتمل ہے۔انہوں نے جس زمانہ میں ہندو معاشرہ کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اس زمانہ میں ہندو معاشرہ ذات پات کی تمیز، آواگون کی پیدا کردہ تفریق اور برہمنوں کی بہمہ وجوہ بالادستی کی وجہ سے اخلاقی وروحانی انحطاط اور انسانیت کی تذلیل کی جیتی جاگتی تصویر بنا ہوا تھا۔انہوں نے سب سے پہلے برہمنوں کی چیرہ دستیوں کے خلاف آواز اٹھا کر ذات پات کی شدید مخالفت کی۔انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ہر فرد کی نجات خواہ اس کا تعلق کسی ذات سے ہو کسی برہمن کی سیوا کرنے سے وابستہ نہیں ہے۔اور نہ دیوی دیوتاؤں کی پوجا سے اس کا کوئی تعلق ہے۔اس کی نجات خود اس کے اپنے اندر پوشیدہ ہے۔اسی لئے انہوں نے ایک موقع پر فرمایا کہ "انسان کسی خاص ندی یا گھاٹ پر نہانے سے پاک نہیں ہوتا بلکہ وہ پاک ہوتا ہے ہر روز نئی توبہ کرنے اور اپنے دل میں پاکیزگی کا نیا بیج بونے سے"۔ (مجھم نکائے نمبر ۱)۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے آخری پیغاموں میں سے مندرجہ بالا پیغام میں اپنے پیروؤں کو یہ نصیحت کی کہ اپنی نجات کے لئے کسی اور پر انحصار نہ کرو۔عزم واستقلال سے نیکی کی راہ پر گامزن رہو اور اپنے دلوں کے خود نگران بنو۔

دوسری چیز جس کی گوتم بدھ نے شدید مخالفت کی وہ تھا آواگون کا مسئلہ۔انہوں نے کہا کہ دنیا میں دکھ کا سبب یہی مسئلہ ہے۔مختلف جذبوں میں بار بار جنم لینے سے انسان ارذل سے ارذل حالت میں گزرتا چلا جاتا ہے۔حالانکہ انسان نیکی کی راہ اختیار کر کے اعلیٰ مراتب حاصل کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ہاں یہ صحیح ہے کہ انسان بدی کی طرف راغب ہو کر اسی زندگی میں نئے نئے روپ دھارتا رہتا ہے۔بار بار پیدائش کا یہ سلسلہ اسی زندگی میں جاری رہتا ہے۔انسان کا فرض یہ ہے کہ وہ سفلی خواہشات کو دبا کر نیکی کی راہ پر مضبوطی سے قائم رہے۔اور اسی زندگی میں نت نئی پیدائش کے چکر سے اپنے آپ کو آزاد کرلے اور نیک اور پارسا حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو کر جنتِ سماوی میں جگہ پانے کا اہل ثابت ہو اور اس طرح ابدی زندگی کا وارث ٹھہرے اسی لئے انہوں نے اپنے اس پیغام میں فرمایا "جو تھکتا اور ماندہ نہیں ہوتا اور صداقت اور اس کے ضابطوں کو مضبوطی سے تھامے رکھتا ہے اور اسی زندگی میں بار بار پیدائش کے ناپیدا کنار سمندر سے چھٹکارا حاصل کر لیتا ہے وہ غم و اندوہ کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

(۳)......اپنی وفات سے قبل گوتم بدھ نے جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا وہ یہی ہے کہ آواگون یا تناسخ کا عقیدہ باطل ہے۔کوئی بھی حقیقی موت واقع ہو جانے کے بعد پھر اس دنیا میں واپس نہیں آتا۔وہ حسب اعمال دوزخ یا جنت میں جاتا ہے اور پھر اگلے جہان میں ہی ابدی زندگی گزارتا ہے۔ دیگھ نکایا کے سولہویں حصہ کے آخر میں سُبدھا (Subaddha) نامی ایک متلاشئ حق کا ذکر آتا ہے۔ وہ مسلسل سفر میں رہ کر رشیوں سے ملاقاتیں کرتا پھرتا تھا لیکن دل کہیں تسلی نہیں پکڑتا تھا۔آخر گھومتا پھرتا اور سفر کرتا ہوا وہ اس علاقہ میں آیا جہاں گوتم بدھ قیام پذیر تھے۔اور انہوں نے بوجہ بیماری لوگوں سے ملنا، ملاقاتیں کرنا اور اجتماعی وعظ و نصیحت کا سلسلہ بند کر رکھا تھا۔وہ گوتم بدھ کے مرید خاص آنند کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے راہبوں اور رشیوں سے سنا ہے کہ کوئی زمانہ خدا کے بھیجے ہوئے رشی سے خالی نہیں ہوتا۔میں نے سنا ہے کہ گوتم بدھ ایک ایسا پہنچا ہوا رشی ہے جو اپنے پیروؤں کو پاک زندگی گزارنے کے قابل بنا کر انہیں رشیوں جیسا بنا دیتا ہے لیکن مجھے بتایا گیا ہے اس کا آخر وقت آگیا ہے اور اس نے پیشگوئی کر رکھی ہے کہ وہ آج رات کسی وقت اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جائے گا۔میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے درشن کرنا اور اسکے مریدوں میں شامل ہو کر اسی دنیا میں پاک زندگی سے ہمکنار ہونا چاہتا ہوں۔ آنند نے کہا گوتم بدھ بستر مرگ پر ہیں ان سے ملاقات ممکن نہیں ہے۔اگر تم ان کے دھرم سے آگاہ ہو کر اس میں داخل ہونا چاہتے ہو تو تمہیں چار ماہ کے آزمائشی عرصہ میں سے گزرنا ہوگا۔ اس کے بعد نیکی اور پاکی سے بھرپور زندگی گزارنے کے قابل ہو سکو گے۔ اس نے گوتم سے ملاقات کرنے کی آنند سے بار بار التجا کی اور آنند بار بار یہی کہتا رہا کہ اب ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ہر چند کہ گوتم بدھ بستر مرگ پر تھے اور اس حال میں نہ تھے کہ کوئی نووارد ان سے ملاقات کر سکتا تاہم سُبدھا کے اصرار اور آنند کے بار بار انکار کی آوازیں ان کے کانوں تک پہنچ گئیں۔اور انہوں نے آنند کو کہلا بھیجا کہ وہ سُبدھا کو نہ روکے اور اسے اندر آنے دے۔ چنانچہ سُبدھا ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس کے

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

دعا ایک ایسی چیز ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کو دوسری قوموں پر فخر کرنا چاہئے

اے دنیا بھر کے احمدیو! تم اس فخر اور ناز کو اپنے سر سے اتار نہ پھینکنا۔ عمر بھر یہی تمہارا تاج رہے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۵ر جنوری ۱۹۹۹ء بمطابق ۱۵ر صلح ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

آخر رمضان مبارک کا وہ جمعہ آ گیا جس کی سال بھر مختلف پہلوؤں سے راہ تکی جاتی ہے۔ بہت سے ایسے خدا کے بندے ہیں جو خدا کے بندے ہوتے ہوئے بھی سال بھر اس کے بندے نہیں رہتے لیکن اس سے رحم اور فضل کی امید رکھتے ہیں اور ان کے لئے یہ جمعۂ وداع دراصل خدا سے ملاقات کا ایک ہی دن ہے اور اسے بھی وہ اس طرح دیکھتے ہیں کہ یہ ملاقات کا دن آ کے ٹھہرے نہیں بلکہ گزر جائے۔ اس پہلو سے اسے جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے کہ وہ دن آخر آ جائے کہ جب خدا سے لقاء ہو، جتنی بھی ہو اور عمر بھر کے گناہ بخشوا لئے جائیں اور پھر اس دن کو رخصت کر دیا جائے۔ اس پہلو سے اسے جمعۃ الوداع کہتے ہیں۔

بعض ایک اور پہلو سے اسے جمعۃ الوداع کہتے ہیں وہ بھی اس کی راہ تکتے ہیں مگر اسے رخصت کرتے ہوئے ان کا دل اس طرح غم سے بھر جاتا ہے جیسے کسی محبوب کے آنے پر جب دل میں یقین ہو کہ اس نے چلے ہی جانا ہے اور اس کے جانے کا غم اس کے آنے کی خوشی کے ساتھ مدغم ہو جاتا ہے۔ دونوں بیک وقت اپنی اپنی ضربیں لگاتے ہیں تو ایسی کیفیت بھی انسان پر طاری ہوا کرتی ہے۔ پس یہی جمعۃ الوداع ان معنوں میں بھی بعض لوگوں کے لئے جمعۃ الوداع ہے کہ رمضان رخصت ہو رہا ہے لیکن وہ حسرت سے دیکھتے ہیں کہ خدا جانے ہم نے اس کے تقاضے پورے کئے بھی نہیں تھے اور پھر یہ اچانک ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور اس کے ساتھ وہ اگلے جمعہ کی راہ تکنے لگتے ہیں۔ تو یہ ملے جلے جذبات ہیں جن کے ساتھ اس جمعہ کا استقبال اور اس کا وداع ہوتا ہے۔

جہاں تک میں نے اس مضمون پر غور کیا ہے مجھے قرآن کریم کی ایک آیت کا جو عنوان ہے وہ اس سارے مضمون کا عنوان دکھائی دیا اور وہ رمضان سے تعلق والی ہی ایک آیت ہے جو سورۃ البقرہ کی ۱۸۵ ویں آیت ہے۔ اس کا عنوان یہ ہے اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰت۔ جس کا یوں ترجمہ کیا جا سکتا ہے کہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں میں نے جب غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ آیت تو ساری زندگی پر حاوی ہے، اور ساری زندگی پر بھی حاوی ہے اور رمضان مبارک پر بھی حاوی ہے۔ چنانچہ رمضان مبارک کے تعلق میں فرمایا تم میں سے مریض بھی ہونگے جو اس میں داخل ہونگے اور مسافر بھی ہیں جن کی راہ میں یہ رمضان آ ہی جایا کرتا ہے لیکن پھر وہ یہ توقع رکھتے ہیں کہ دوبارہ پھر یہ دن نصیب ہونگے۔

یہ سارا مضمون رمضان مبارک کا مضمون ہے لیکن زندگی کا بھی یہی عنوان لگایا جا سکتا ہے اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰت۔ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں۔ اور زندگی میں بھی انسان اس طرح داخل ہوتا ہے کہ کبھی ایک صحت مند بچے کے طور پر داخل ہوتا ہے اور کبھی ایک بیمار بچے کے طور پر داخل ہوتا ہے۔ ایک بیمار بچہ ساری زندگی اپنے سامنے بیماری کی حالت میں پھیلی ہوئی دیکھتا ہے تو اس وقت یہ نہیں کہہ سکتا کہ گنتی کے چند دن ہی تو ہیں، بہت لمبی، بہت ممتد زندگی دکھائی دیتی ہے ایک طویل رات کی طرح اس پر چھا جاتی ہے لیکن جب موت کے منہ تک پہنچتا ہے تب اس کو اس حقیقت کی سمجھ آتی ہے کہ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰت۔ گنتی کے چند دن ہی تو تھے جو گزر گئے۔ اور ایک صحت مند بچہ بھی اس حال میں داخل ہوتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ زندگی کبھی ختم ہی نہیں ہوگی۔ ساری زندگی لامتناہی طور پر اس کے سامنے پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے لیکن جب موت کے کنارے پہنچتا ہے تو بے اختیار اس کے دل سے یہ آواز بلند ہوتی ہے اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰت۔ گنتی کے چند دن ہی تو تھے۔ پس یہی کیفیت ہے جو انسانی نفسیات کا ہمیں ایک گہرا سبق سکھاتی ہے اور اس سبق کو سیکھنے سے بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

اب رمضان مبارک کا اکثر حصہ تو گزر چکا ہے جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ہم میں سے بیمار بھی اس میں داخل ہوئے تھے اور صحت مند بھی دونوں کے لحاظ سے یہ آخری ایام یہی خبر دے رہے ہیں کہ گنتی کے چند دن ہی تو تھے لیکن دونوں کا انجام الگ الگ ہے، دونوں کا انجام بالکل مختلف ہے۔ دیکھئے ایک Tunnel آخر ختم ہوا ہی کرتی ہے اور ایک انگریزی محاورہ ہے کہ ہر ٹنل کے آخر پر روشنی دکھائی دیتی ہے۔ مگر یہ محاورہ ناقص محاورہ ہے، درست نہیں ہے۔ ٹنل کے آخر پر اگر رات ہے تو روشنی کیسے دکھائی دے گی پھر تو ٹنل کے آخر پر بھی ایک طویل رات ہی ہے جو دکھائی دینی چاہئے۔ اور ٹنل کے آخر پر ایسی روشنی بھی ہو سکتی ہے جس سے ایک اچھے دن کی خبر ملے۔

اب دیکھیں قرآن کریم ان دونوں باتوں کو اس طرح پیش فرما رہا ہے چنانچہ جو شیاطین ہیں ان کے متعلق فرمایا یُخْرِجُوْنَهُمْ مِنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ کہ وہ خدا کے بندوں کو نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ تو رمضان کی ٹنل جو دراصل ایک نور کی ٹنل تھی وہ ان کو روشنی سے اندھیرے میں لے جانے کا موجب بن جایا کرتی ہے اور کچھ ایسے بندے ہیں جن کے متعلق اللہ فرماتا ہے یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ تو رمضان کی ظلمات سے مراد یہاں یہ بنے گا کہ رمضان کی راتوں کو جو انہوں نے بسر کیا ہے اس کے آخر پر ایک فجر طلوع ہونے والی تھی۔ وہ رمضان کی راتوں کے اندھیروں کو اس طرح خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہے یعنی اس کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور تہجد پڑھتے رہے اور دعائیں کرتے رہے تو یہ بھی ایک ٹنل کا اندھیرا ہی تو تھا مگر اللہ نے انہیں ایک دائمی نور کی طرف نکال دیا۔

اور یہ جو فجر طلوع ہوتی ہے لیلۃ القدر کی فجر یہ وہی فجر ہے۔ وہ ایسی فجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی یعنی انسانی زندگی کی مثال کے اوپر اس کو چسپاں کریں تو ساری زندگی جو ستر سال کی زندگی ہے اس پر اس صبح کے سو سال پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو یہ عجیب مضمون ہے جو ہر طرح سے رمضان پر بھی پورا صادق آ رہا ہے اور انسانی زندگی پر بھی پورا صادق آ رہا ہے۔ پس ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے رمضان ایسے گزارا کہ ان کو ٹنل کے آخر پر نور دکھائی دینے لگا ہے یعنی ان کی زندگی بدل گئی ہے۔ ان کی زندگی ایک مسلسل دائمی روشنی کی زندگی میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اور کچھ بد نصیب ایسے ہیں جن کو اندھیرے کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے سکتا۔ وہ نور میں داخل ہوتے ہیں اور پھر اندھیروں میں نکل آتے ہیں اس لئے کہ ان کے نفس کے شیطان نے ان کو مسلسل یہ سبق دیا تھا کہ آخر تم اندھیروں میں چلے جاؤ گے فکر نہ کرو یہ جو وقتی مصیبت پڑی ہوئی ہے یہ ٹل جائے گی۔ پس اس پہلو سے یہ رمضان مبارک کسی کے لئے خوش خبریوں کا پیغام لے کے آتا ہے، کسی کے لئے وداع کا پیغام لے کے آتا ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو چند دن رہ گئے ہیں، چند دن میں تو اب دو راتیں ہی رہ گئی ہیں تقریباً، آج کی رات ہے پھر ہفتے کی پھر اتوار کی پھر پیر کا دن جو ہے وہ رمضان ختم ہو رہا ہے، تو یہ تین دن ہیں ان تین دنوں کو ہم اس پہلو سے بھی دیکھ سکتے ہیں کہ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰت کہ یہ تین دن بھی تو گنتی کے چند دن ہی ہیں کیوں نہ ان دنوں میں زور لگائیں، کیوں نہ ان دنوں میں اپنی گزشتہ کوتاہیوں سے استغفار کریں، توبہ کریں اور دعا یہ کریں کہ اگر رمضان کا پہلا حصہ ضائع ہو گیا ہے تو یہ تین دن ضائع نہ ہوں۔

پس اس پہلو سے چونکہ آج کا جمعہ سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے ساری دنیا میں احمدیوں میں بھی اور غیر احمدیوں میں بھی اس سے زیادہ کثرت کے ساتھ کسی جمعہ میں مسلمان اکٹھے نہیں ہوئے، اس سے زیادہ کثرت کے ساتھ کبھی کسی نماز میں مسلمان اکٹھے نہیں ہوئے۔ آج کا جمعہ بھی اور آج کے جمعہ کی نماز بھی وہ ایسی نماز ہے یعنی جمعہ اور نماز دونوں ہی ایسے ہیں جن میں ساری دنیا میں کبھی مسلمان اس طرح کسی ایک مسجد میں اکٹھے نہیں ہوئے جیسے آج کے جمعہ کے لئے، آج کی نماز کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ پس اس موقع پر جماعت احمدیہ کا جہاں تک تعلق ہے ان کا مجمع تو بہت بڑا ہے یعنی ٹیلی ویژن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس جمعۃ الوداع میں شامل احمدیوں کی تعداد لکھوکھہا ہے یعنی شمار تو نہیں کی جا سکتی مگر بیشمار کی طرح ہی ہے اور کچھ جو یہاں مسجد میں حاضر ہوئے ہیں ان کی بھی بڑی تعداد ہے۔ یہ سارے کچھ امیدیں لے کے آئے ہیں ہر ایک کو اللہ کے فضل سے امید ہے کہ اس کے گناہ بخشے جائیں گے۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ گناہ بخشے جانے

کا مضمون دو طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ گناہ بخشے جائیں اور تم گناہ کرتے چلے جاؤ۔ ایسے شخص کو دھوکہ ہے ایک کہ میرے گناہ بخشے گئے کیونکہ **قرآنی اصطلاح کے مطابق گناہ بخشنے کا مضمون یہ ہے کہ جب گناہ بخشے جاتے ہیں تو گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے۔ اوراس پہلو سے ہر انسان اپنے نفس کا جائزہ لے سکتا ہے کہ آیا اس رمضان مبارک میں اس کے گناہ بخشے گئے یا نہیں بخشے گئے۔**

پس سب حاضروں کو اور وہ جو نظر سے غائب مگر اس وقت میرے خطاب میں حاضر ہیں ان سب کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ان تین راتوں ہی میں سہی جو رہ گئی ہیں کوشش کریں، زور لگائیں اور بخشش کے اس مفہوم کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ بخشے جائیں تو ان کا دل صاف ہو جائے، بخشے جائیں تو ان کا دل پاک ہو جائے، بخشے جائیں تو گناہ سے نفرت ہو جائے اور پھر آئندہ اس کوچے کا منہ دیکھنا تک پسند نہ کریں۔ یہ وہ کامیابی ہے جسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْم۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے دین اور دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ تو میں دعا کرتا ہوں کہ آج کا دن ہم سب کے لئے وہی کامیابی کا دن ہو جس کامیابی کے بعد پھر انسان کو کسی اور کامیابی کی تمنا نہیں رہتی اور وہ کامیابی دراصل لقاء باری تعالیٰ کے دائمی حصول کا نام ہے۔

اس پہلو سے جو میں نے گزشتہ خطبے میں آیت کا مضمون شروع کیا تھا وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي قَرِيْبٌ وہی مضمون ہے جس میں اس مضمون نے مجھے داخل کر دیا ہے اور اب اس پہلو سے میں آپ کو سمجھاتا ہوں یعنی وہ باتیں جو پچھلے جمعہ بیان نہیں کر سکا تھا اب احادیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کے حوالے سے ان باتوں کو آپ کے سامنے کھولتا ہوں تاکہ آپ کو سمجھ آجائے کہ آخری کامیابی اور لقاء کہتے کس کو ہیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي قَرِيْبٌ جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں فَاِنِّي قَرِيْبٌ تو میں قریب ہوں۔ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ پکارنے والے کی دعا کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِي پس ان کو بھی چاہئے کہ وہ میری آواز کا جواب مثبت رنگ میں دیں وَلْيُؤْمِنُوْا بِي اور مجھ پر ایمان لائیں لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

اس سلسلے میں کچھ احادیث میں پہلے پیش کر چکا ہوں اور اب میرے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ اقتباسات ہیں جو قرآن اور احادیث دونوں کی روشنی میں بیک وقت دونوں کی تفاسیر ہیں۔ البدر جلد ۳ نمبر ۲۹ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اقتباس شائع ہوا۔ ”اعلیٰ سے اعلیٰ غرض عابد اور پرستار کی یہی ہے کہ اس کا قرب حاصل ہو اور یہی ذریعہ ہے جس سے اس کی ہستی پر یقین حاصل ہوتا ہے“۔ پرستش اور عبادت کی اس کے سوا اور کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ اللہ کا قرب حاصل ہو اس کے سوا تو اور کوئی معنی نہیں اور جنہوں نے یہ معنی نہیں سمجھا وہ دھوکے میں مبتلا ہیں اور ساری زندگی دھوکے میں مبتلا رہتے ہیں کیونکہ اگر عبادت کا مفہوم یہ نہ ہو کہ اللہ حاصل ہو جائے تو پھر عبادت کا دوسرا مفہوم جو عرف عام میں سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی وساطت سے دنیا حاصل ہو جائے یعنی جو ہم دعائیں کریں وہ دنیا کی دعائیں ہوں اور دنیا مل جائے تو گویا کہ خدا حاصل ہو گیا۔ یہ خدا تعالیٰ کے حاصل ہونے کا ہرگز مطلب نہیں ہے۔

پس رمضان میں اس طرح داخل ہوں کہ اللہ کو پکاریں کہ وہ مل جائے اور اس طرح نکلیں کہ دل یقین سے بھر چکا ہو کہ اللہ مل گیا ہے۔ یہ مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں۔ ”اعلیٰ سے اعلیٰ غرض عابد اور پرستار کی یہی ہے کہ اس کا قرب حاصل ہو اور یہی ذریعہ ہے جس سے اس کی ہستی پر یقین حاصل ہوتا ہے“۔ جنہیں خدا کا قرب نہیں ہے انہیں کبھی بھی خدا تعالیٰ پر کامل یقین نہیں ہوتا ہمیشہ دو انتہاؤں کے درمیان لٹکتے رہتے ہیں کبھی خیال ہوتا ہے خدا ہے، کبھی خیال ہوتا ہے نہیں ہے اور یہ دمبدم شک کی ضرب جو ان پر پڑتی ہے تو جتنا ایمان سے پہلے فائدہ اٹھایا ہوا ہوتا ہے اس کو بھی وہ ضرب ضائع کر دیتی ہے۔ نہ اِدھر کے رہتے ہیں نہ اُدھر کے رہتے ہیں۔ پس قرآن کریم نے اس کا یہ حل بیان فرمایا ہے فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِي اگر وہ میری آواز کو سنتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں ان کی آواز کو سنوں تو جیسے مجھ سے جواب کی مثبت توقع رکھتے ہیں خود بھی تو مثبت رنگ میں جواب دیں تو گویا یہ مکالمہ مخاطبہ شروع ہو جاتا ہے اور یہ مکالمہ مخاطبہ ہی ہے جو یقین کی انتہاء تک پہنچاتا ہے۔

جتنے بھی انبیاء ہیں ان کو خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین اور ایسا یقین جو کبھی پھر متزلزل نہیں ہو سکتا مکالمہ مخاطبہ کے نتیجے میں ہوا کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو وہ بلاتے ہیں اللہ تعالیٰ مثبت جواب دیتا ہے پھر اللہ ان کو بلاتا ہے تو وہ مثبت جواب دیتے ہیں یہ مکالمہ مخاطبہ بعض دفعہ کلمات کی صورت میں ہوا کرتا ہے، بعض دفعہ رجحانات کی صورت میں ہوا کرتا ہے۔ اور خدا کے وہ بندے جن میں سے اللہ بالآخر مکالمہ مخاطبہ کے لئے بعض بندوں کا انتخاب فرماتا ہے پہلے ان کی زندگی ایک خاموش مکالمہ مخاطبہ میں ڈھل جایا کرتی ہے روزمرہ کی زندگی یہی دیکھتے ہیں یہی سلوک کرتے ہیں۔ جب اللہ کو بلاتے ہیں کسی ضرورت کے لئے، کسی حاجت کے لئے خواہ اس کو پکارنے کا یہ مطلب نہ بھی ہو کہ وہ خود مل جائے۔ کسی مشکل، کسی مصیبت میں مبتلا جب وہ اللہ کو پکارتے ہیں تو تعجب سے دیکھتے ہیں کہ ان کا خدا تو اتنا قریب ہے کہ ان کی باتوں کو سن لیتا ہے۔

اور پھر جب اللہ انہیں بلاتا ہے تو اس وقت بظاہر جنہوں نے دنیا کی خاطر خدا کو بلایا ہوا سی دنیا کو تج کے خدا کی آواز پہ دوڑے چلے آتے ہیں۔ یہ ایک خاموش مکالمہ مخاطبہ ہے۔ اللہ نے بلایا تو اس کے حضور حاضر ہو گئے۔ یہ مکالمہ مخاطبہ ہی ہے جو دراصل بولتے ہوئے مکالمے مخاطبے میں تبدیل ہو جایا کرتا ہے۔ اور یہ یقین کی وہ گھڑی ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان لوگوں کو پھر کبھی بھی خدا کی ذات میں شک پیدا نہیں ہوتا۔ جتنے انبیاء ہیں وہ اسی یقینِ مستحکم تک پہنچائے گئے یعنی پھر انہوں نے ایک وقت ایسا آیا کہ اللہ کی آواز کو سنا اور جب وہ بولتے تھے تو اللہ ان کی آواز کو سنتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی پہلو سے اس کو یقین اور معرفت کے لئے انتہائی ضروری قرار دیا ہے۔

”اعلیٰ سے اعلیٰ غرض عابد اور پرستار کی یہی ہے کہ اس کا قرب حاصل ہو اور یہی ذریعہ ہے جس سے اس کی ہستی پر یقین حاصل ہوتا ہے اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کے بھی یہی معنے ہیں کہ وہ جواب دیتا ہے ۔ گونگا نہیں۔ دوسرے تمام دلائل اس کے آگے ہیچ ہیں۔ کلام ایک ایسی شے ہے جو کہ دیدار کے قائم مقام ہے“۔ پس رؤیت کا ایک اور مفہوم بھی ہے جو اس سے بالا ہے اس کو دیدار کہہ رہے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا ایک شعر ہے کہ ؎

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی ☆ حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

کہ دیدار نصیب نہیں تو گفتار تو ہو۔ آوازیں دو اور کسی گھر سے جواب ہی نہ آئے تو کیا پتہ اندر کوئی ہے بھی کہ نہیں۔ مگر آوازیں دو اور محبوب کی آواز جواب دے تو وہ آواز بھی بہت تسکین کا موجب بنا کرتی ہے۔ جب آواز آئے تو پھر یہ بھی تو امکان ہوتا ہے اور یہ بھی توقع کی جا سکتی ہے کہ آخر وہ دروازے کی کنڈی بھی کھول دے گی۔ اگر اس جواب میں پیار ہے پھر لازماً اس توقع سے انسان چوکھٹ پہ بیٹھ جاتا ہے کہ جس نے اس پیار سے جواب دیا ہے وہ کنڈی بھی تو کھولے گا اور میرے ہمیشہ کے لئے اس گھر میں داخل ہونے کے سامان ہو جائیں گے۔ اسی مضمون کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی“۔ کچھ تو ہو جس پہ زندگی کٹے، کچھ بھی نہ ہو تو پھر باقی کیا رہ جائے گا۔

پھر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ”اب یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فرمایا صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ تیری صلوٰۃ سے ان کو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش و جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِي کا بھی حکم فرمایا۔ ان دونوں آیتوں کے ملانے سے دعا کرنے اور کرانے والے کے تعلقات، پھر ان تعلقات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی پتہ لگتا ہے کیونکہ صرف اسی بات پر منحصر نہیں کر دیا کہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت اور دعا ہی کافی ہے اور خود کچھ نہ کیا جائے اور نہ یہی فلاح کا باعث ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت اور دعا کی ضرورت ہی نہ سمجھی جائے“۔ اب اوپر کے مضمون سے تو بظاہر یہ مضمون نکلتا ہوا دکھائی نہیں دے رہا اس لئے یہ ان مشکل عبارات میں سے ہے جن پر ٹھہر کر غور کریں اس کی تہہ تک اترنے کی کوشش کریں تو پھر اچانک آپ کو وہ معرفت کے موتی ہاتھ آجائیں گے جو بعض دفعہ سمندر کی تہوں میں غوطہ زنی کے بغیر نہیں ملا کرتے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام بھی ایک ایسے سمندر کی طرح ہے جس کی بعض دفعہ غوطہ زنی کرنی پڑتی ہے۔ کچھ تو اس کے محاسن ہیں جو سمندر کی سطح پر پھیلے پڑے ہیں وہ ہر دیکھنے والے کو دکھائی دیتے ہیں لیکن کچھ گہرے ڈوبے ہوئے بھی ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا یہ جو اقتباس میں نے چنا ہے یہ ڈوبے ہوئے معانی پر مشتمل ہے۔ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ میں پہلی بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ یہاں مُردوں کی بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہیں کر رہے جن کے متعلق بظاہر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ آیت کا منطوق یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نماز جنازہ پڑھا کر کیونکہ جب تو ان کی نماز جنازہ پڑھتا ہے تو ان کو سکون ملتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مردے قبر کے اندر ایک سکون پاتے ہیں۔ یہ ایک ایسی خبر ہے جس کا ہمیں کوئی یقینی علم نہیں ہے۔ یقینی علم قرآن کریم کی صداقت کی وجہ سے تو ہے لیکن براہِ راست کوئی علم نہیں کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کے جنازہ پڑھنے سے مُردوں کو کیا تسکین ملتی ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کو زندوں کی طرف پھیر دیا ہے اور یہ ایک بہت گہرا مضمون ہے۔

فرمایا ”تیری صلوٰۃ سے ان کو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش و جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے“۔ اب یہ جو فقرہ ہے ”جوش و جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے“۔ یہ چابی ہے اس مضمون کو سمجھنے کی۔ کیونکہ مُردوں کے متعلق ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ان کو سکینت نصیب ہوتی ہے لیکن جوش و جذبات کی آگ مرنے کے بعد کہاں ٹھنڈی ہوتی ہے۔ وہ تو مرتے وقت ٹھنڈی ہو چکی۔ جو ہونا تھا، جتنا بھڑکنا تھا بھڑک چکی۔ تو یہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عظیم عرفان کا ایک مظہر مضمون ہے کہ آپ فرماتے ہیں ”تیری صلوٰۃ سے ان کو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش و جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے“۔ جب یہ ثابت ہو جائے کہ جوش و جذبات کی آگ سرد ہو گئی اور ٹھنڈ پڑ گئی کہ محمدؐ رسول اللہ نے ہمارے لئے دعائیں کی ہیں تو اس کے

EARLSFIELD FOUNDATION

(Hospital Division)

Competition for young Architects to design a Hospital

First Prize 100,000 rp, Second Prize 50,000 rp, Third Prize 25,000 rp

For further details write to:

The Manager 75, Merton Road .London SW18 5EF. U.K.

بعد یہ دل کو یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ہماری شفاعت بھی کریں گے جن کی دعاؤں کے نتیجے میں ہمیں تسکین نصیب ہوئی، جن کی دعاؤں کے نتیجے میں ہمیں دل کی آخری سکینت نصیب ہوئی ہے کہ سب جھوٹے جوش نکل گئے۔ آرام سے دل ایک راہ پر چل پڑا ہے اور اسی راہ پر وہ راضی ہو گیا ہے۔ یہ جب یقین ہو گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں دوسری طرف فَلْيَسْتَجِيْبُوْالِي کا بھی تو حکم ہے۔ یہ کیوں؟ وہی کافی ہونا چاہئے تھا بظاہر۔ لیکن پھر اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ بھی میری سنیں۔

تو مراد یہ ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ نتیجہ نکال رہے ہیں کہ رسول اللہ کی دعا اور شفاعت پر تم انحصار کر ہی نہیں سکتے جب تک خود بھی اللہ کی باتوں کا جواب نہ دو۔ پس اس مضمون کو کھولنے کے بعد اسے کفارہ سے ایک بالکل الگ اور مختلف مضمون بنا کر دکھا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں "ان دونوں آیتوں کے ملانے سے دعا کرنے اور کرانے والے کے تعلقات، پھر ان تعلقات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی پتہ لگتا ہے کیونکہ صرف اسی بات پر منحصر نہیں کر دیا کہ آنحضرتؐ کی شفاعت اور دعا ہی کافی ہے اور خود کچھ نہ کیا جائے اور نہ یہی فلاح کا باعث ہو سکتا ہے"۔ نہ یہ دوسری بات نجات کا موجب ہو سکتی ہے "کہ آنحضرتؐ کی شفاعت اور دعا کی ضرورت ہی نہ سمجھی جائے"۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ **اپنی طرف سے پوری دیانت سے اللہ کی باتوں کا جواب دو لیکن تم کمزور ہو اور اس جواب دینے میں، اس لبیک کہنے میں کچھ کمزوریاں رہ جائیں گی ان کمزوریوں کو دور کرنے اور ان کو پورا کرنے کے لئے ایک ایسے وجود کی ضرورت ہے جس کا اللہ تعالیٰ سے کامل اتصال ہو۔ وہ ایک طرف سے تمہارا ہاتھ پکڑے اوردوسری طرف اس سے ملا دے جہاں تک جانا مقصود تھا، جس تک پہنچنے کے لئے تمہاری اپنی کوشش کام نہیں آ سکتی تھی۔**

اب دیکھیں کتنا لطیف مضمون ہے اور کیسے تسلسل کے ساتھ انسانی زندگی کے گہرے راز، یعنی کامیاب انسانی زندگی کے راز اس میں بیان ہوئے ہیں اور کفارہ سے بالکل الگ کر کے اس کو دکھایا ہے کیونکہ اس کے برعکس یہ مضمون پیش کرتا ہے کہ جتنے گناہوں میں ملوث ہونا چاہتے ہو، ہوتے چلے جاؤ بے شک، مسیح کو سچا مان لو اور اس کے بعد بھی تا زندگی جتنے گناہ کرو گے وہ سارے بخشے جائیں گے، صرف ایک دفعہ مسیح کو سچا کہہ دو۔ یعنی یہ کفارہ وہ ہے جو ساری دنیا کو قیامت تک کے لئے گناہوں سے بھر دے گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شفاعت وہ ہے جو قیامت تک کے لئے دنیا کو گناہوں سے نفرت دلانے کے لئے بار بار تنبیہ کرتا رہے گا کہ دیکھو رسول اللہ کی شفاعت کا انحصار نہ کرنا اگر تم نے خدا کے سامنے سر نہ جھکایا اور خود اپنی محنت اور کوشش سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش نہ کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا کفارہ تمہارے کسی کام نہیں آئے گا کیونکہ آپ اس کی شفاعت کریں گے ہی نہیں جو خود خدا کی باتوں کا جواب نہیں دینا چاہتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دوسرے اقتباس میں فرماتے ہیں "شفاعت اعمال حسنہ کی محرک کس طرح پر ہے۔ اس سوال کا جواب بھی قرآن شریف ہی سے ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ کفارہ کا رنگ اپنے اندر نہیں رکھتی جو عیسائی مانتے ہیں کیونکہ اس پر حصر نہیں کیا جس سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی ہے بلکہ فرمایا اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيْبٌ یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو کہہ دے کہ میں قریب ہوں۔ قریب والا تو سب کچھ کر سکتا ہے دُور والا کیا کرے گا۔ اگر آگ لگی ہوئی ہو تو دور والے کو جب تک خبر پہنچے اس وقت تو شاید وہ جل کر خاک سیاہ بھی ہو چکا ہو"۔ پس قریب نے یقین پیدا کر دیا خدا تعالیٰ کے اس جواب نے کہ میں قریب ہوں اس یقین سے روشناس کرا دیا کہ کسی حالت میں بھی خدا کے بچانے کی پہنچ سے تم باہر نہیں ہو۔ جب بھی تمہارا دل بے اختیار پکارے گا کہ ہمیں بچا لے تم خدا کو اپنے قریب پاؤ گے۔

اور یہ مضمون جو ہے اس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے مزید بڑھا کر یوں پیش کرتے ہیں "اگر آگ لگی ہوئی ہو تو دور والے کو جب تک خبر پہنچے اس وقت تو شاید وہ جل کر خاک سیاہ بھی ہو چکے اس لئے فرمایا کہ کہہ دو میں قریب ہوں۔ پس یہ آیت بھی قبولیت دعا کا ایک راز بتاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی قدرت اور طاقت پر ایمان کامل پیدا ہو اور اسے ہر وقت اپنے قریب یقین کیا جاوے"۔ اب وہ لوگ جو خدا کو پکارتے ہیں لیکن دل اس یقین سے نہیں بھرا ہوا کہ وہ ہمارے پاس ہی ہے وہ گویا ایک دور کے خدا کو پکارتے ہیں اور ان کا اس طرح خدا تعالیٰ ہاتھ نہیں پکڑتا جس طرح ان کا پکڑتا ہے جو اس کو قریب دیکھتے ہیں۔

پس فرمایا "اللہ کی قدرت اور طاقت پر ایمانِ کامل پیدا ہو اور اسے ہر وقت اپنے قریب یقین کیا جاوے اور ایمان ہو کہ وہ ہر پکار کو سنتا ہے۔ بہت سی دعاؤں کے ردّ ہونے کا یہ بھی سرّ ہے کہ دعا کرنے والا اپنی ضعیف الایمانی سے دعا کو مسترد کرا لیتا ہے"۔ دعا کرتا ہے پر پورا یقین نہیں ہوتا کہ کوئی سننے والا سنے گا بھی۔ اگر ایک فقیر ایک دروازے کے پاس جا کے آواز دے اور یقین نہ ہو کہ اندر کوئی ہے بھی کہ نہیں تو سرسری سی ایک دو آوازیں دے کے آگے نکل جائے گا حالانکہ بعید نہیں کہ اندر کوئی ہو اور اسے آواز پہنچے اور بعد میں جا کے وہ دروازہ کھولے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایک روایت یہ ملتی ہے کہ ایک فقیر نے آواز دی اور آپؑ تک نہ پہنچی یا باتوں میں مصروف تھے اور ذرا دیر میں اس کا خیال آیا۔ وہ اس وقت تک جا چکا تھا۔ وہ سمجھا تھا کہ میری آواز کا جواب ہی نہیں آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے پیچھے آدمی دوڑا دیئے کہ جاؤ اس کو پکڑ کے لاؤ تب تک میرے دل کو تسکین نہیں ہو گی جب تک وہ آ نہ جائے اور میں اس کی مراد پوری نہ کر دوں۔ تو اللہ کے بندوں کا یہ حال ہے تو اللہ کا کیا حال ہو گا۔ یہ ایک مثال ہے صفات باری تعالیٰ کو سمجھنے کے لئے حالانکہ وہ صفات انسانی صفات سے مختلف ہوتی ہیں۔ پس اگر اس یقین سے آپ دروازہ کھٹکھٹائیں کہ ہے کوئی جو سنے گا تو پھر وہ دیکھیں گے کہ اگر وقتی طور پر اس نے تاخیر کر دی ہو تو سننے میں تو تمہارے پیچھے دوڑا چلا آئے گا تمہیں پکڑ کر واپس اپنے در پر لے کے جائے گا اور یہ وہ زندگی ہے جو کامل یقین تک پہنچائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "**بہت سی دعاؤں کے ردّ ہونے کا یہ بھی ایک سرّ ہے کہ دعا کرنے والا اپنی ضعیف الایمانی سے دعا کو مسترد کرا لیتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ دعا کو قبول ہونے کے لائق بنا یا جائے**۔ کیونکہ اگر وہ دعا خدا تعالیٰ کی شرائط کے نیچے نہیں ہے تو پھر اس کو خواہ سارے نبی بھی مل کر کریں تو قبول نہ ہو گی اور کوئی فائدہ اور نتیجہ اس پر مترتب نہیں ہو سکے گا"۔ ایسی دعا جو خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ہے سارے نبی بھی مل کر کریں تو قبول نہیں ہو گی۔ ان دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہے کہ نبیوں نے کہا کہ اے اللہ ہماری امت میں کوئی بھی گنہگار باقی نہ رہے۔ قیامت تک کے لئے یہ یقین ہو جائے کہ سب نے تیری رحمت کا فیض پایا ہے تب ہمارے دل کو ٹھنڈ پڑے گی۔ دعا اچھی تھی مگر منشاءِ الٰہی، قدرتِ الٰہی کے خلاف تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو آزادی دے رکھی ہے اس کے برعکس تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہی دیا کہ ہاں میں دعا کو سنتا ہوں اور سنوں گا مگر گنہگار اور فاسق فاجر جو خود فسق و فجور کرنا چاہیں ان کے حق میں یہ دعا نہیں سنوں گا اس لئے کہ ان کو قاعدہ کلیہ کے طور پر ایک مستقل رخصت دی جا چکی ہے اور تخلیق انسانی کے آغاز ہی سے یہ بات لکھی جا چکی ہے۔ اس لئے ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جن کے بارے میں میرا فرمان صادر ہو چکا، اس فرمان صادر ہونے کا یہ بھی مطلب ہے کہ ان کے متعلق ازل سے ہی یہ فرمان صادر ہو چکا ہے کہ تم بدی کے لئے بھی آزاد ہو اور اگر بدی کرنا چاہو گے تو زبردستی نہ خدا تمہیں روکے گا نہ سارے انبیاء کی دعائیں مل کر بھی تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ پس اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما رہے ہیں پھر سارے نبی بھی مل کر دعا کریں تو قبول نہ ہو گی اور کوئی فائدہ اور نتیجہ اس پر مترتب نہیں ہو سکے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی مضمون میں یہ بھی فرماتے ہیں "یہ ایک سچا اور یقینی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے"۔ یہاں صاحبِ حال بول رہا ہے۔ وہ جس نے بارہا قبولیت دعا کے نظارے دیکھے ہوئے ہیں۔ "اور قبولیت کا شرف بخشتا ہے مگر ہر رطب ویابس کو نہیں"۔ اب یہ ایک اور مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس تحریر میں مزید کھول دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ سنتا ہے اور سارے انبیاء کی دعائیں سنتا ہے ہر دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہے مگر دعا سننے کا ایک مفہوم یہ ہے کہ جو دعا کی جائے اور اس کے مفاد کے خلاف ہو جو دعا کرنے والا ہے تو اس کو سننے کا مطلب ہے اس کو ردّ کر دیتا ہے۔

اب یہ بہت لطیف مضمون ہے کہ سننے کا مطلب ردّ کرنا۔ اب ماں بچے کی پکار سنتی ہے نا۔ وہ کہہ دے کہ میں نے آگ میں ہاتھ ڈالنا ہے، آگ میں ہاتھ ڈالنا ہے تو سنے گی!؟۔ سنے گی مگر ردّ کر کے۔ بچے تمہیں راحت چاہئے نا تو میں جانتی ہوں کہ تمہاری راحت اس میں ہے کہ ہاتھ نہ ڈالنے دوں اور وہ روتا پیٹتا رہ جائے، اس کی دعا ردّ کرنے ہی میں اس دعا کی قبولیت کا راز ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "کیونکہ جوش نفس کی وجہ سے انسان انجام اور مآل کو نہیں دیکھتا اور دعا کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ جو حقیقی بہی خواہ اور مآل بین ہے"۔ جو انجام پر نظر رکھتا ہے مآل پر نظر رکھتا ہے۔ "ان مضرتوں اور بد نتائج کو ملحوظ رکھ کر جو اس دعا کے تحت میں بصورت قبول داعی کو پہنچ سکتے ہیں"۔ وہ نقصان جو لفظوں میں اگر دعا کو قبول کیا جائے تو دعا کرنے والے کو پہنچ سکتے ہیں۔ "ان کا خیال کر کے اسے ردّ کر دیتا ہے اور یہ ردِّ دعا ہی اس کی قبول دعا ہوتی ہے"۔

SATELLITE WAREHOUSE
Muslim TV AHMADIYYA
CNN
Watch Huzur everyday on Intelsat
We deal with systems available for all satellites in the world
Receivers, Decoders, Dishes, Smart Cards,
Installations and Much, Much More

Mail Order and International Export Service Available
We accept credit cards
Call for competitive prices
Contact us for details at:
SKY

Signal Master Satellite Limited
Unit 1A- Bridge Road, Camberley
Surrey ,GU 15 2QR ENGLAND
Tel: (01276) 20916 Fax: (01276) 678740
ZEE TV

اب یہ بظاہر متضاد باتوں کو اکٹھا کر کے اس حکمت اور دانشمندی سے پیش کیا جارہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں کے سوا آپ کو کہیں ایسی حکمت کی باتیں دکھائی نہیں دیں گی۔ قرآن وحدیث میں بہر حال ہیں اور انہی سے تو اخذ کی گئی ہیں مگر اس دور میں ان مشکل مضامین کو کھولنے والا مسیح موعود سے بڑھ کر آپ کو کہیں کوئی دکھائی نہیں دے گا۔ فرمایا "پس ایسی دعائیں ہیں جن میں انسان حوادث اور صدمات سے محفوظ رہتا ہے اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے"۔ ایسی دعائیں دعا کرنے والے کے حق میں قبول کر لیتا ہے۔ "مگر مضر دعاؤں کو بصورت ردّ قبول فرمالیتا ہے"۔ یہ بھی بہت پیارا جملہ ہے۔ یہ نہیں فرمایا ردّ کر دیتا ہے "بصورتِ ردّ قبول فرمالیتا ہے"۔

یہ بات بھی بحضورِ دل سن لینی چاہئے کہ قبولِ دعا کے لئے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو دعا کرنے والے کے متعلق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلق۔ **دعا کرانے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کو مدنظر رکھے اور اس کے غناءِ ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے اور صلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنا لے۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دعا کے لئے بابِ استجابت کھولا جاتا ہے"۔** پہلے باب استجابت جب کھولا جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے اس کا بیان کرنے کے بعد فرمایا یہ چیزیں ہیں جنہیں اختیار کرو گے تو تمہارے لئے بھی ان معنوں میں بابِ استجابت کھولا جائے گا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے دعا کی تعلیم نہیں دی۔ یہ دعا ایک ایسی شے ہے جو عبودیت اور ربوبیت میں ایک رشتہ پیدا کرتی ہے"۔ دعا کے بغیر اللہ تعالیٰ سے زندگی کا رشتہ قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ جیسے جنین کا رشتہ ماں سے ایک نالی کے ذریعے ہوتا ہے جس سے خون اس تک پہنچتا ہے، ساری غذا اس کو ملتی ہے اسی طرح دعا کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان معنوں میں بار بار بیان فرمایا ہے کہ دعا کے بغیر تو اللہ سے زندگی کا رشتہ قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ پس تم جو حاجت روائی کے لئے دعائیں مانگتے ہو تمہاری حاجتیں دعا ہی پوری کرے گی مگر یاد رکھو کہ اگر یہ رشتہ نہیں تو تم مُردہ ہو۔ کوئی حیثیت ہی تمہاری نہیں اور پھر مُردوں کی خدا پرواہ نہیں کرتا۔ ایسا بچہ جو ماں کے پیٹ میں فوت ہو چکا ہو ماں کو اس سے کیسی ہی محبت کیوں نہ ہو، کیونکہ اپنے پیٹ میں ہے مگر اس پر اپنی طاقتیں ضائع نہیں کرتی پھر اس کا رشتہ کٹ جاتا ہے اور وہ بچہ عفونت کا شکار ہو جاتا ہے حالانکہ ماں کو بہت پیارا ہے مگر اس میں تعفن پیدا ہو جائے گا، بدبو پیدا ہو جائے گی۔ ایسا کہ بعض دفعہ ماں کے لئے بھی خطرہ بن جاتا ہے۔ تو ایسی صورت میں ماں چاہتی ہے اس کو نکال کے پھینک دے۔ خدا کے لئے تو آپ خطرہ نہیں بن سکتے مگر خدا والوں کے لئے خطرہ بن سکتے ہیں اس وجہ سے اللہ تعالیٰ پھر ایسے لوگوں کو ردّ فرما دیتا ہے اور ان کو کاٹ کر اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔

یہ عبودیت اور ربوبیت کا رشتہ سمجھنا چاہئے اور یہ رشتہ تب تک قائم ہے جب تک آپ خدا تعالیٰ سے زندگی پاتے رہیں گے۔ جب خدا سے آپ زندگی پانا بند کر دیں گے تو پھر یہ رشتہ کٹ جائے گا یا کاٹے جانے کے لائق ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں "اس راہ میں قدم رکھنا بھی مشکل ہے"۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ "لیکن جو قدم رکھتا ہے پھر دعا ایک ایسا ذریعہ ہے کہ ان مشکلات کو آسان اور سہل کر دیتا ہے"۔ قدم رکھ کے تو دیکھو، دعا کر کے پکارو دعا ہی مشکلات کو بھی حال کرے گی، دعا ہی راہیں تمہارے لئے آسان کر دے گی جو بڑی مشکل راہیں ہیں۔ "جب انسان خدا تعالیٰ سے متواتر دعائیں مانگتا ہے تو اور ہی انسان ہو جاتا ہے"۔

یہ بات بھی تجربے میں آنی چاہئے اور جو خدا رسیدہ بنتے ہیں ان کے تجربے میں آتی ہے کہ **دعا مانگو تو مانگتے چلے جاؤ اس یقین کے ساتھ کہ میرا کام دعا کرنا ہے اس کی مرضی ہے قبول کرے یا نہ کرے، ہرحالت میں مجھے دعا ہی کرنا ہے تا کہ میرا زندگی کا رشتہ قائم رہے۔ اگر اس یقین کے ساتھ دعا کرتے رہیں گے تو ان کی تمام مشکلات رفتہ رفتہ آسان ہونی شروع ہو جائیں گی اور انسان اپنے اندر تبدیلی دمبدم محسوس کرتاہے۔** چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں تو وہ اور ہی انسان ہو جاتا ہے۔ اب 'متواتر دعائیں مانگتا ہے تو اور ہی انسان ہو جاتا ہے' سے یہ مراد نہیں ہے کہ متواتر دعائیں مانگتے مانگتے ساری زندگی گزر جاتی ہے وہ بدکار رہتا ہے، خدا سے دور رہتا ہے اور بالآخر وہ اور انسان ہو جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ متواتر دعاؤں کے نتیجے میں اس کے اندر تدریجی تبدیلیاں ہوتی چلی جاتی ہیں اور وہ تبدیلیاں جب اپنے درجۂ کمال تک پہنچتی ہیں، جب ہر انسان کا درجۂ کمال الگ الگ ہے تو پھر وہ ایک اور ہی انسان کی حیثیت میں ڈھل جاتا ہے۔ "اس کی روحانی کدورتیں دور ہو کر اس کو ایک قسم کی راحت اور سرور ملتا ہے اور ہر قسم کے تعصب اور ریاکاری سے الگ ہو کر وہ تمام مشکلات کو جو اس کی راہ میں پیدا ہوں برداشت کر لیتا ہے خدا کے لئے ان سختیوں کو جو دوسرے برداشت نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے صرف اس لئے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جائے برداشت کرتا ہے تب خدا تعالیٰ جو رحمٰن اور رحیم خدا ہے اور سراسر رحمت ہے اس پر نظر کرتا ہے اور اس کی ساری کلفتوں اور کدورتوں کو سرور سے بدل دیتا ہے"۔

یہ جو کیفیت ہے یہ ایک ایسی کیفیت ہے جسے خدا کا ہر بندہ ہر کوشش کے دوران محسوس کرتا ہے اور جانتا ہے اور پہچانتا ہے اگرچہ ان کی کوششیں بظاہر دنیا میں صرف ہوتی ہیں مگر یہ قاعدہ کلیہ ہے جس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا، تکلیف اٹھاؤ گے راہ میں یہ ضروری ہے کیونکہ تکلیف کے بغیر کوئی یُسْر مل ہی نہیں سکتا۔ یہ وہ قاعدہ کلیہ ہے جس کو تمام انبیاء کی دعائیں مل کر بھی تبدیل نہیں کر سکتیں۔ اس قاعدہ کلیہ کے تجربے سے دنیا کے سائنس دانوں نے بھی محسوس کیا اور معلوم کیا اور اپنے لفظوں میں اسے بیان کرنے کی کوشش کی۔

ایڈیسن تھامس اس کا پورا نام مجھے یاد نہیں مگر ایڈیسن کے نام سے مشہور ہے جو اس جدید دور کے ایسے سائنس دانوں میں سے ہے جس نے سب سے زیادہ بنی نوع انسان کی روزمرہ کی ضرورتوں کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ایجاد کر لی۔ امریکہ کا مشہور سائنس دان ہے اور بجلی کے بلب ہوں یا ٹیلی فون ہو کوئی بھی نیا آلہ نہیں جو اس جدید دنیا کے کام آتا ہے جس کا آغاز ایڈیسن نے نہ کیا ہو۔ حیرت انگیز دماغ بخشا تھا اللہ نے اُس کو اور تعجب سے لوگ دیکھتے تھے، اس کے بڑے بڑے انٹرویو لینے کے لئے لوگ دُور دُور سے آتے تھے کہ تم ہو کیا بلا، کس طرح تمہیں یہ باتیں سوجھتی ہیں۔ تو ایک دفعہ ایک اخباری نمائندے نے انٹرویو میں اس سے یہ سوال کیا کہ بتاؤ تو سہی یہ کیا قصہ ہے تم جینئس (Genius) کیسے ہو گئے۔ ایسے جینئس کہ یوں لگتا ہے جیسے مثال ہی کوئی نہیں۔ اس نے کہا دیکھو جینئس بننے کے لئے ایک ضرورت ہے جسے پورا کرنا پڑتا ہے اس کا فقرہ جو مشہور ہے تاریخ میں ہمیشہ سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا وہ یہ تھا- Genius is one percent of inspiration and ninty percent of perspiration. Genius جو ہے اس کا ننانوے فیصد پسینہ ہوتا ہے، ننانوے پسینے بہاتا ہے تب ایک گھڑی انسپریشن (Inspiration) کی نصیب ہوتی ہے۔ کیسا عمدہ جواب ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اور خدا کے بندوں کا بھی یہی حال ہے ان کے پسینے تو کوئی نہیں دیکھتا جو وہ خدا کی راہ میں بہاتے ہیں، ان کی راتوں کی گریہ وزاری کوئی نہیں سنتا اور جب ان کو الہام ہوتے ہیں، جب اللہ ان کو نوازتا ہے، ان کی دعائیں قبول کرتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں دیکھو جی یہ اچانک آسمان سے گر گیا۔ اچانک کچھ نہیں ہوا کرتا ساری زندگی اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا میں صرف کرنی پڑتی ہے۔ خدا کی راہ میں ایسی محنتیں کرو گے اور یقین کرو گے کہ ان محنتوں کو قبول کرنے والا موجود ہے وہ انسپریشن دے گا اور وہی ریویلیشن (Revelation) دے گا۔ پس سائنس دان Revelation کا دوسرا نام ہی Inspiration رکھتے ہیں۔ یعنی اندر سے ایک نور کی آواز بلند ہوتی ہے اور اللہ کے بندے جو جانتے ہیں کہ یہ آواز بھی دراصل اللہ کے کہنے پر ہی اٹھی تھی وہ جانتے ہیں کہ یہ آواز اوپر سے بھی اترتی ہے اور ظاہری لفظوں میں اترتی ہے۔ اس کو Revelation کہا جاتا ہے مگر دونوں کا پس منظر ایک ہی ہے محنت، محنت اور محنت۔

تو اب کتنے دن باقی ہیں آپ کی محنت کے، تین دن تو باقی رہ گئے ہیں اَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ۔ بہت تھوڑے گنتی کے دن ہیں۔ انہی میں جتنی محنت ہو سکتی ہے کر لیں اور جو محنت مکمل نہ کر سکیں اب سارا سال اسے کرنا ہے، یہ پیغام ہے جمعۃ الوداع کا جو آخری پیغام میں آپ کو دینا چاہتا ہوں۔ ان تین دنوں کے بعد یہ نہ سمجھیں کہ ایک سال انتظار کرنا پڑے گا محنتوں کا، محنتیں تو مسلسل کرنی پڑیں گی سارا سال کوشش کرنی ہو گی۔ تب جا کر بعید نہیں کہ خدا تعالیٰ آپ کو اگلے سال وہ لیلۃ القدر دکھا دے جو طُل کے آخر پر ایک ایسی روشنی کی

VELTEX INDUSTRIES INC.

. . . . *the worldclass fabric manufacturers*

Specializing

in

velvet, twill, denim, jacquard, pinpoint

at competitive pricing with best quality.

BUYING FACTORY DIRECT IS THE ANSWER

Wholesaler,

readymade garments producers

& converters are welcome

Please contact

Corporate Office,

VELTEX INDUSTRIES INC.

4th Floor, 14726 Ramona Avenue

Chino Hills, California 91710, USA

Phone: (909) 393-9935

Fax: (909) 393-8117

Web site: www.veltex.com

e-mail: veltex@veltex.com

صورت میں دکھائی دیتی ہے جس نے کبھی ختم نہیں ہونا، ساری زندگی وہ روشنی آپ کا ساتھ دے گی۔ اگر یہ نہیں کریں گے تو پھر اُن اندھیروں سے میں آپ کو ڈراتا ہوں جن اندھیروں سے اللہ نے آپ کو ڈرایا ہے کہ دیکھو شیطان تمہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکال کے لے جاتا ہے۔ اللہ ہی ہے جو سب اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

اس خطبے کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ آخری اقتباس میں آپ کے سامنے پڑھ کر سناتا ہوں۔ "دوسرا طریق حقیقی پاکیزگی اور خاتمہ بالخیر کے حاصل کرنے کا جو خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے جو دراصل سب سے مقدم ہے وہ دعا ہے اس لئے جس قدر ہو سکے دعا کرو۔ یہ طریق اعلیٰ درجہ کا مفید اور مجرّب ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہارے لئے قبول کروں گا۔ **دعا ایک ایسی چیز ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کو دوسری قوموں پر فخر کرنا چاہئے۔** دوسرے مذاہب کو دعا کی حقیقت کی کچھ خبر بھی نہیں"۔ اب دیکھ لیجئے مسیحیوں کو کفارہ کی اطلاع دی گئی جو دعا نہیں ہے اور دوسری قوموں میں بھی دعا کا یہ مضمون کہیں نہیں ملے گا، اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ملے گا جو قرآن کریم نے مسلمانوں کو سکھا دیا ہے۔ بائبل کی تلاش کر لیں، ہندو کتب کی تلاش کر لیں، بدھسٹ کتب کی تلاش کر لیں کہیں آپ کو دعا کا یہ مضمون دکھائی نہیں دے گا۔

"دوسرے مذاہب کو دعا کی حقیقت کی کچھ بھی خبر نہیں اس واسطے ان کو دعا کی کوئی قدر ہی نہیں ہے"۔ دعا روزمرہ ان کی زندگی میں کوئی معنے نہیں رکھتی۔ آپ نے کبھی یہ دیکھا ہے کہ عیسائی مل رہے ہوں، بدھ مل رہے ہوں، ہندو مل رہے ہوں اچھا جی دعا کرو ہمارے لئے۔ یہ دعا کرنے اور کرانے کا جنون عام مسلمانوں کو بھی نہیں احمدیوں کو ہی ہے۔ آتے جاتے اچھا جی دعا کرنا، دعائیں یاد رکھنا، خط لکھیں گے تو دعائیں یاد رکھیں۔ دوسروں کے خط اکٹھے کر لو میں نے ایک دفعہ اندازہ لگایا کہ ساری دنیا میں جو اربوں خطوط لکھے جاتے ہیں سارا سال اس میں دعا کی ایسی درخواستیں نہیں ملتیں، کہیں نشان بھی نہیں ملتا جو ایک مہینے میں احمدی دعا کے ذکر سے بھر کر خط لکھتے ہیں۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیسے راز کو پکڑ لیا ہے، کیسی نکتے کی بات پکڑی اور بیان فرمائی۔ فرمایا "دوسرے مذاہب کو دعا کی حقیقت کی کچھ بھی خبر نہیں اس واسطے ان کو دعا کی کوئی قدر ہی نہیں بلکہ مسلمانوں نے بھی اس میں سخت ٹھوکر کھائی ہے کہ دعا جیسی شے کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھے ہیں حالانکہ یہ فخر اور ناز صرف اسلام کو ہی ہے۔ دوسرے مذاہب اس سے کلّی بے بہرہ ہیں"۔

پس اے دنیا بھر کے احمدیو! جو میرا خطاب سن رہے ہو آخری پیغام یہی ہے کہ تم اس فخر اور ناز کو اپنے سر سے اتار نہ پھینکنا، عمر بھر یہی تمہارا تاج رہے اور یہی رضائے باری کا تاج ہے جو خدا کرے کہ ہمیشہ جماعت احمدیہ کے سروں پر چمکتا رہے۔

✡✡✡......✡✡......✡✡✡

تاریخ احمدیت سے

ڈچ ترجمہ قرآن کی طباعت و اشاعت

ماہ نبوت۔ نومبر ۱۳۳۲ ہجری شمسی (۱۹۵۳ء) سے ہالینڈ کے اسلامی مشن کی ترقی، کامیابی اور شہرت کے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے جبکہ قرآن مجید کا ترجمہ نظر ثانی اور طباعت کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد اشاعت پذیر ہوا۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ماہ صلح / جنوری ۱۳۲۷ ہجری شمسی۔ (۱۹۴۸ء) میں ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کے ڈچ ترجمہ کی طباعت سے متعلق فوراً معلومات حاصل کی جائیں چنانچہ حافظ قدرت اللہ صاحب، لائیڈن کی ایک ممتاز مشہور فرم Brill کے ڈائریکٹر صاحب اور بعض ممتاز مستشرقین سے ملے اور چوہدری عبداللطیف صاحب نے ہیگ کی مختلف فرموں سے رابطہ قائم کیا۔ ماہ تبوک / ستمبر ۱۳۲۷ء (۱۹۴۸ء) تک ڈچ ترجمہ کی تین کاپیاں ٹائپ کر لی گئیں جس کے بعد ترجمہ کے بعض حصوں پر ادبی نقطہ سے ناقدانہ نظر ڈالی گئی۔

مسودہ پر تسلی بخش صورت میں نظر ثانی کا کام مکمل ہو چکا تو اسے پریس میں دے دیا گیا اور ماہ نبوت / نومبر ۱۳۳۲ ہجری شمسی (۱۹۵۳ء) میں یہ چھپ کر تیار ہو گیا۔ یہ ترجمہ جو ہالینڈ ہی میں طبع ہوا چونکہ سابقہ تمام ڈچ تراجم قرآن سے ظاہری اور معنوی دونوں اعتبار سے فوقیت رکھتا تھا اس لئے اسے بہت جلد قبول عام کی سند حاصل ہو گئی اور آج یہ ملک بھر میں بنظر استحسان دیکھا جاتا ہے۔ ڈچ ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن ربوہ سے شائع کیا گیا۔ اس ترجمہ کی اشاعت نے ہالینڈ کے عوام اور خواص کی آنکھیں کھول دیں اور ان کو نہ صرف یہ محسوس کرا دیا کہ اسلام آج بھی زندہ اور ناقابل شکست طاقت ہے بلکہ انہیں جماعت احمدیہ کی اس ٹھوس اور شاندار اسلامی خدمت کا کھلے بندوں اقرار کرنا پڑا۔ اس حقیقت کے ثبوت میں بطور مثال ڈچ اخبارات کے چند نوٹ، تبصرے اور خبریں ملاحظہ ہوں:

(۱)...... روٹرڈم (ہالینڈ) کے اخبار Nieuwe Rotterdom Courant نے اپنے ۱۴ جنوری کے ایشو میں لکھا:

"قرآن مجید کا نیا ترجمہ جس کے چھپنے کی خبر ہم اپنے اخبار کی ۲۴ ر اکتوبر کی اشاعت میں دے چکے ہیں اب چھپ کر منظر عام پر آگیا ہے۔ ایسی شکل و صورت میں کہ ہم اسے مذہبی کتاب کے لئے بطور نمونہ قرار دے سکتے ہیں۔ اس کی ظاہری خوبصورتی جو گہرے سبز رنگ کے چمڑے پر سنہری عربی حروف اور دلکش کتابت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اسی طرح اس کا مناسب سائز، یہ سب امور اس پر دال ہیں کہ اس کی طرف خاص توجہ مبذول کی گئی ہے۔ ہم پریس اور پبلشر کو جنہوں نے دی اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن ربوہ اور احمدیہ مسلم مشن ہالینڈ کے کہنے پر اسے شائع کیا ہے اس کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

جب ہم اس کتاب کو کھولتے ہیں تو اس کے صفحات کے دائیں طرف عربی متن اور بائیں طرف ڈچ ترجمہ پاتے ہیں۔ ہر سورت کی ابتداء میں نہائت خوبصورت بلاکس میں سورت کا عربی نام درج کیا گیا ہے۔ قرآن مجید سے پہلے جو حصہ چھ سو پینتیس صفحات پر مشتمل ہے ۱۸۰ صفحات کا دیباچہ ہے جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے لکھا ہے۔ آپ حضرت احمد کے دوسرے جانشین ہیں جو ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے۔ چونکہ یہ موقع اسلام اور عیسائیت پر بحث کرنے کا نہیں ہے اس لئے ہم اس عالمانہ لکھے ہوئے دیباچہ پر تنقید کئے بغیر آگے چلتے ہیں۔ ہم یہ بیان کرنا مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس میں اسلامی اصولوں کو بیان کیا گیا ہے اور مشنری تحریک کے رنگ میں بعض سوالات کے جوابات دئے گئے ہیں۔ احمدیت اپنے اندر ایک عالمگیر رنگ رکھتی ہے۔ وہ مذاہب کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کا اعلیٰ الہام اور گزشتہ مذاہب کا جزو قرار دیتی ہے جہاں باقی بڑے بڑے مذاہب اپنی انتہا پاتے اور اپنے وجود کو کھو دیتے ہیں۔

یہ خلاصہ ہے اس دیباچہ میں بیان کئے ہوئے نظریات کا۔ اس ترجمہ کی نظر انداز نہ ہونے والی خصوصیت یہ ہے کہ اسے چار ڈچ زبان دانوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے جنہوں نے انتخاب الفاظ میں نہایت ہی اعلیٰ معیار پیش نظر رکھا ہے۔ اس کی زبان واضح اور سادہ ہے مگر قابل قدر اور اعلیٰ۔ اس ترجمہ کے لئے جماعت احمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہونے والے انگریزی ترجمہ کو بطور بنیاد رکھا گیا ہے اور ترجمہ کے دوران میں مسلمان عربی دانوں کے ساتھ خاص طور پر مشورہ کیا جاتا رہا ہے کہ جس کی وجہ سے اصل متن کو قابل اعتبار طور پر ترجمہ میں پیش کیا گیا ہے۔ ہمیں بتلایا گیا ہے کہ جہاں تک ایک مشرقی زبان کے متن میں اتحاد ہو سکتا ہے اس ترجمہ کا دوسرے تراجم سے کوئی اصولی فرق نہیں ہے اس لئے اس کا پرانے تراجم کے ساتھ ملانا اور بھی دلچسپی کا باعث ہوگا......"

(۲)...... ریفارمڈ چرچ کے ہفت روزہ "Kerkbode abbalaser woard" نے اپنی ۳۰ جنوری ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں لکھا:

"اس وقت مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن ہمارے زیرِ نظر ہے جو عربی اور ڈچ زبان میں چھپی ہے ترجمہ نہائت سلیس ہے۔ یہ ایڈیشن نہائت ہی اچھا تیار کیا گیا ہے۔ کاغذ عمدہ جلد پر سنہری حروف کا ٹھپہ لگا ہوا ہے۔ اگرچہ قرآن میں بہت کچھ بائبل سے لیا گیا ہے تاہم دیباچہ میں یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ (حضرت) محمد (مصطفیٰ) کی تعلیم بائبل سے اچھی ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے صرف ورق اٹھانے کی ضرورت ہے۔ جو شخص مسلمانوں کے مذہب سے دلچسپی رکھتا ہو دوسرے لوگوں کے مذاہب سے اس کے لئے یہ بہترین ذریعہ ہے"۔

ملکہ ہالینڈ اور عمائد مملکت کو قرآن مجید کا تحفہ اور پریس

احمدیہ مشن ہالینڈ کی طرف سے ملکہ ہالینڈ کے علاوہ محترم وزیر اعظم، وزیر تعلیم، میئر آف روٹرڈم، دی ہیگ اور ایمسٹرڈم کی خدمات میں ڈچ ترجمہ کی ایک ایک کاپی بھی پیش کی گئی جس کا ذکر ہالینڈ کے پانچ چھ چوٹی کے اخباروں نے کیا۔ الغرض ڈچ ترجمہ قرآن کا ولندیزی حکومت کے عمائدین کے ہاتھوں پہنچنے کی دیر تھی کہ پریس کے ذریعہ اس واقعہ کی خبر آناً فاناً ملک کے ایک سرے سے دوسرے تک پہنچ گئی۔ یہ خدائی نصرت کا گویا ایک نیا سامان تھا جس نے ملک بھر میں قرآن مجید اور اسلام کی عظمت کا سکہ دلوں میں بٹھا دیا اور کیتھولک چرچ پر جماعت احمدیہ کا علمی رعب طاری ہو گیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد نمبر ۱۲)

کیا آپ نے الفضل انٹرنیشنل کا سالانہ چندہ خریداری ادا کر دیا ہے؟ اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں ادائیگی فرما کر رسید حاصل کر لیں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع فرمائیں۔ رسید کٹواتے وقت اپنا AFC نمبر کا حوالہ ضرور درج کروائیں۔ شکریہ ——— (مینجر)

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 0181-553-3611

بقیہ: مختصرات از صفحہ اول

لعنت ہے۔ حضور نے اس سلسلے میں تفصیلات بتائیں اور سینٹ پال کے اس دعوے کا بطلان ثابت فرمایا۔

سوموار، ۱۵/ فروری ۱۹۹۹ء :

حضور انور کے ساتھ ہومیو پیتھی کلاس نمبر ۷ جو ۱۹/ اپریل ۱۹۹۴ء کو ریکارڈ کی گئی تھی دوبارہ نشر کی گئی۔

منگل، ۱۶/ فروری ۱۹۹۹ء :

آج حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ترجمۃ القرآن کلاس نمبر ۳۰۲ ریکارڈ اور براڈکاسٹ کی گئی۔ سورۃ الاعلیٰ سے آغاز ہوا اور پھر سورۃ الغاشیہ اور سورۃ الفجر کی تدریس ہوئی۔ سورۃ الفجر کے متعلق فرمایا کہ اس کی پہلی چار آیات آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانی کے حوالے کے بغیر سمجھ نہیں آسکتیں اور یہ باتیں غور و فکر کے ساتھ سمجھ آسکیں گی اس کے بغیر نہیں۔ آیات کے ترجمے کے ساتھ ساتھ حضور انور ضروری مختصر تشریح بھی بیان فرماتے رہے

بدھ، ۱۷/ فروری ۱۹۹۹ء :

آج حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کے ساتھ ترجمۃ القرآن کلاس نمبر ۳۰۳ منعقد ہوئی اور براڈکاسٹ بھی کی گئی۔ آغاز سورۃ البلد سے ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ پیشگوئی ہے کہ ایک دن تو دوبارہ اس شہر میں اترے گا۔ آیات ایک تا آٹھ میں خدا تعالیٰ کی تقدیر کا ایک جاری مضمون ہے۔ خدا نے انسان کو مشقت کے لئے بنایا ہے۔ اس تعلق میں آگے ان لوگوں کا ذکر ہے جو دکھاوے کی خاطر بہت خرچ کرتے ہیں اور مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ مشقت کا مقصد نفس کا دوام ہے۔ قومیں بھی دوام کی خاطر سب پاپڑ بیلتی ہیں۔ بلندی کا راستہ وہ ہے جو غلاموں کی آزادی کا راستہ ہے نہ کہ قوموں کو غلام بنانے کا جو آج کل کی ترقی یافتہ قوموں کا شیوہ بن چکا ہے۔ آیات ۲۱، ۲۲ میں ایٹمی تباہی کے عذاب کی طرف اشارہ ہے۔

سورۃ الشمس کی آیات ۱ تا ۴ میں سورج یعنی آنحضرت ﷺ کی روشنی چاند کی وساطت سے دنیا کو پہنچنے کا اشارہ ہے۔ حضور نے فرمایا کہ رات سے مراد جاہلیت کی رات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اسلام کا سورج دلائل کے ساتھ چڑھا ہے۔

آیت نمبر ۱۳ میں حضرت صالحؑ کی اونٹنی کا ذکر ہے جو خدا کا پیغام پہنچانے کے لئے وقف تھی اور مخالفین نے اس پر حملہ کیا۔ حضور نے فرمایا اس صورت حال کا اطلاق برصغیر پاک و ہند اور بنگلہ دیش پر ہوتا ہے۔ وہاں مخالفین کی کوشش یہی ہے کہ احمدیوں کی تبلیغ کے ذرائع پر ضرب لگائی جائے جو اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے مترادف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اونٹنی پر حملہ کرنے والا ایک تھا لیکن آگے ضمیر جمع کی ہے دراصل ساری قوم اس جرم میں ملوث تھی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ پیشگوئی جو اس وقت محدود علاقوں میں پوری ہو رہی ہے، بڑی قوموں پر بھی پوری ہوگی۔ یہ پیشگوئی ساری دنیا کے لئے ہے۔

جمعرات، ۱۸/ فروری ۱۹۹۹ء :

آج حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ ۲۶/ اپریل ۱۹۹۴ء کو ریکارڈ کی گئی ہومیو پیتھی کلاس نمبر ۸ دوبارہ نشر کی گئی۔

جمعۃ المبارک، ۱۹/ فروری ۱۹۹۹ء :

حضور انور کے ساتھ فرنچ بولنے والے احباب کے ساتھ ۱۴/ فروری ۱۹۹۹ء کی ملاقات کا پروگرام نشر کیا گیا۔ مختصر کارروائی درج ذیل ہے :

☆...... حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب القصیدہ کو مکمل کیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اس قصیدہ کو بہت پسند فرمایا اور جو اسے یاد کرے گا خدا کی برکات کا وارث ہوگا۔ حضور نے فرمایا کہ قرآن مجید کے حفظ کے بارے میں بھی یہی بات ہے۔ لیکن قرآن مجید کا صرف حفظ کرنا ہی کافی نہیں۔ یہی حال اس قصیدہ کا ہے۔ اگر انسان اس کے حقیقی معنی سمجھ لے تو اس کی محبت آنحضرت ﷺ سے بہت بڑھ جائے گی اور جب وہ آپ سے محبت کرے گا تو آپ کے اسوہ پر ضرور عمل کرے گا۔ یہ اصل مطلب ہے کہ اپنے روزمرہ کے اخلاق میں تبدیلی پیدا کرے گا اس لئے اسے یاد کرنا بہت بابرکت ہے۔

☆...... ایک دوست نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو اس قصیدہ کو یاد کرے گا اس کا حافظہ تیز ہو جائے گا۔ حضور انور نے فرمایا قرآن مجید کے حافظوں کا بھی یہی حال ہے۔ ان کی قوت حافظہ بہت تیز ہوتی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صرف قوت حافظہ ہی نہیں بلکہ وہ ذہین بھی بہت ہوتے ہیں کیونکہ قرآن مجید حفظ کرنے کے دوران وہ سکول کی تعلیم میں کچھ پیچھے رہ جاتے ہیں لیکن قرآن مجید کا حفظ مکمل کرنے کے بعد اپنی تمام تعلیمی کمی کو مکمل طور پر پورا کر لیتے ہیں۔

☆...... ماریشس جماعت کی کامیابی سے باقی افریقن ممالک کیا سیکھ سکتے ہیں؟۔ حضور انور نے فرمایا افریقن ممالک کچھ نہیں سیکھ سکتے کیونکہ ماریشس کے لوگوں کی اٹھان خاص بنیادوں پر ہے۔ یہ بہت ایماندار لوگ ہیں اور ایشیا کے لئے بھی ماریشس بطور نمونہ کے ہو سکتا ہے۔ مکمل طور پر تو ایماندار نہیں کہہ سکتے لیکن سرزمین ماریشس ایمانداری کا ذخیرہ ہے۔ خدا کرے کہ اس کے نیک اوصاف بڑھتے رہیں۔

(مرتبہ: امتہ المجید چوہدری)

بقیہ: گوتم بدھ ...... از صفحہ ۴

استفسار پر گوتم بدھ نے اسے بدھ مت اور اس کے زریں اصولوں سے آگاہ کیا اور کہا اس دھرم پر عمل کے سوا اب کوئی شخص کسی اور راستہ پر گامزن ہو کر حقیقی پاک زندگی گزارنے اور بزرگی کے مقام پر فائز ہونے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ سُبَدّھا نے دھرم کو قبول کرنے کا اعلان کر کے درخواست کی کہ گوتم اسے اپنے خاص پیروؤں میں شامل ہونے کا شرف بخشیں۔ سُبَدّھا آخری شخص تھا جسے گوتم بدھ نے فوت ہونے سے پہلے خود سنگھا میں شامل کیا۔ لکھا ہے کہ :

"And he became conscious that birth was at an end, that the holy life had been fulfilled, that all that should be done had been accomplished, and that after the present life there would be no more of that."

"سُبَدّھا کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ اس دنیا میں دوبارہ جنم لینے کا مسئلہ منقطع ہو گیا۔ اور یہ کہ پاک اور مطہر زندگی اپنے کمال کو پہنچ گئی ہے اور جو کچھ بھی کرنا چاہئے تھا وہ پورا ہو گیا ہے نیز یہ کہ موجودہ زندگی کے بعد (اس دنیا میں دوبارہ آنے اور بسر کرنے کے لئے) زندگی کا کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا"۔

(ایچ۔ ای۔ بریوسٹر کی کتاب لائف آف گوتما دی بدھا صفحہ ۲۲۳)

گوتم بدھ کی اُس گھڑی میں جبکہ موت دستک دے رہی تھی ان کا وعظ سن کر سُبَدّھا کا اس یقین پر قائم ہو جانا کہ اس دنیا میں دوبارہ جنم لینے کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا ہے اس امر پر دال ہے کہ گوتم بدھ نے اسے یہی سمجھایا تھا کہ ہندوؤں کا آواگون یا تناسخ کا عقیدہ یکسر باطل ہے۔ انسان نے برے اعمال یا نیک اعمال کے ذریعہ جو کچھ کمانا ہے وہ اسی عرصہ حیات سے کمانا ہے جسے وہ اس دنیا میں گزارتا ہے۔ نیکی کو درجۂ کمال تک پہنچانے کا یہی موقع ہے جو اسے دنیا میں بسر کئے جانے والے عرصۂ حیات کی شکل میں دیا گیا ہے۔ کامیاب وہی ہے جو اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نیک اعمال کے ذریعہ اپنے آپ کو سکینت و طمانیت سے لبریز حیاتِ ابدی کا وارث بناتا ہے۔ ہاں وہ بار بار مرنے اور جینے کے ان معنوں میں قائل تھے کہ انسان نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ کر اور پھر نیک تحریکات کے تحت نفسانی خواہشات کو قابو میں لا کر اور صحیح راہ عمل اختیار کرنے سے وہ اسی زندگی میں بار بار مر بھی رہا ہوتا ہے اور بار بار جی بھی رہا ہوتا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ وہ نیکی میں اس درجہ ترقی کرے کہ شیطان اس سے مایوس ہو جائے اور شیطان کا کوئی وار اس کے خلاف کارگر نہ ہو سکے اور وہ اس حال میں اس دنیا سے رخصت ہو کہ وہ نیکی کے درجۂ کمال کو پہنچ چکا ہو۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کا سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اس آخری زمانہ میں اعلان فرمایا اور گوتم بدھ کو آواگون یا اس سے ملتے جلتے عقیدہ سے یکسر بری ٹھہرایا۔ لیکن افسوس بعد کے زمانوں میں آنے والے گوتم بدھ کے پیرو اپنے آپ کو برہموں کے اثر سے بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ انہوں نے انسانی طاقتوں اور صلاحیتوں کو روح کا قائم مقام قرار دے کر اور انہیں ازلی ابدی مان کر انہیں انسانوں کے اس دنیا میں بار بار جنم لینے کا ذریعہ قرار دے ڈالا۔ اور اپنے آپ کو مختلف بلکہ بے شمار جونوں کے اسی چکر میں پھر پھنسا لیا جس چکر سے گوتم بدھ نے ان کے آباؤ اجداد کو نجات دلائی تھی۔

اس آخری زمانہ میں جماعت احمدیہ کے ذریعہ گوتم بدھ کے پیروؤں کا بھی اسلام کی آغوش میں آکر آواگون کے ناپیدا کنار سلسلہ اور چکر سے آزاد ہو کر حقیقی نجات سے ہمکنار ہونا مقدر ہے۔ ایسا ہوگا اور ہو کر رہے گا، اس لئے کہ ؂

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

حقیقی نجات دہندہ آنحضرت ﷺ ہیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیه الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

حقیقی منجی ہمیشہ اور قیامت تک نجات کا پھل کھانے والا وہ ہے جو زمین حجاز میں پیدا ہوا تھا۔ اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کے لئے آیا تھا۔ اور اب بھی آیا۔ مگر بروز کے طور پر۔ خدا اس کی برکتوں سے تمام زمین کو متمتع کرے آمین۔ (دافع البلاء صفحہ ۲۱)

نجات کے واسطے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے جو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اول سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھے اور آنحضرت ﷺ کو سچا نبی یقین کرے۔ اور قرآن شریف کو کتاب اللہ سمجھے کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ قیامت تک اب اور کوئی کتاب یا شریعت نہ آئے گی یعنی قرآن شریف کے بعد اب کسی کتاب یا شریعت کی ضرورت نہیں ہے"۔

(الحکم ۱۰/جنوری ۱۹۰۲ء صفحہ ۲)

"ایسا شخص کہ جو یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص خدا کو وحدہ لاشریک جانتا ہو اور آنحضرت ﷺ کو نہ مانتا ہو وہ نجات پائے گا۔ یقیناً سمجھو کہ اس کا دل مجذوم ہے اور وہ اندھا ہے اور اس کو توحید کی کچھ بھی خبر نہیں کہ کیا چیز ہے اور ایسی توحید کے اقرار میں شیطان اس سے بہتر ہے"۔ (حقیقة الوحی صفحہ ۱۱۹)

دنیائے مذاہب

"مذہب اور عقل" کے موضوع پر

پوپ کا سرکلر

(خالد سیف اللہ خان۔ آسٹریلیا)

پوپ جو رومن کیتھولک عیسائیوں کے سربراہ ہیں، کبھی کبھار اہم موضوعات پر اپنی سوچ و ہدایات پر مبنی سرکلر دنیا بھر کے کیتھولک بشپوں (Bishops) کے نام جاری کیا کرتے ہیں۔ ان کو دنیا بھر کے چرچوں میں سنایا اور سکھایا جاتا ہے۔ ان کو Papal Encyclical کہا جاتا ہے۔ موجودہ پوپ جان پال دوم نے جو پولینڈ کے رہنے والے ہیں اور جن کا پیدائشی نام Karol Wojtyla ہے ۱۶ راکتوبر ۱۹۹۸ء کو اپنے پوپ ہونے کے بیس سال پورے کئے ہیں۔ اس موقعہ پر انہوں نے ایک ۱۶۰ صفحات کا سرکولر جاری کیا ہے جس میں موجودہ زمانہ کے مذہبی دنیا کو درپیش مسائل کا فکر انگیز طریق پر ذکر کیا ہے۔ سرکلر کا موضوع (Fides Et Ratio)Faith & Reason یعنی مذہب اور عقل ہے۔

پوپ کہتے ہیں کہ مغربی فلسفہ نے دنیا کو خدا اور مذہب سے ہٹا کر مایوسی کی طرف دھکیل دیا ہے۔ ایسے ہی سائنسدانوں نے سائنس کو مذہب سے جدا کر دیا ہے اور تخلیق کے بارہ میں جو عیسائی نظریات ہیں ان کو ترک کر دیا ہے۔ انہوں نے مفکرین سے اپیل کی ہے کہ وہ مذہب کے ساتھ شامل ہو کر دنیا کو ان سوالوں کا جواب دیں جو ان کو خدا اور مذہب سے دور لئے جا رہے ہیں۔ مثلاً ایسے سوالات کہ میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں، کہاں جا رہا ہوں، میرا انجام کیا ہے، کیا موت ہی میرا خاتمہ ہے یا مرنے کے بعد بھی کوئی زندگی ہے۔ میری تقدیر کیا ہے اور دنیا میں برائی اور دکھ (Suffering) کیوں ہے وغیرہ وغیرہ۔ پوپ نے بعض دوسرے مذاہب کو بھی عقل اور وحی نیز مذہب اور سائنس کے اختلاف کو دور کرنے میں تعاون کی درخواست کی ہے۔ جن مذاہب کا نام لیا ہے وہ LAO-Tze, Buddha, Veda, Confucius ہیں۔ لیکن افسوس کہ جس مذہب کی طرف سے انہیں جواب مل سکتا تھا یعنی اسلام، اس کا نام انہوں نے اس لسٹ میں شامل نہیں کیا۔

پوپ کے سرکلر کے بعض حصے جو اخبار میں شائع ہوئے ہیں ان میں سے بعض بحوالہ سڈنی مارننگ ہیرلڈ مورخہ ۱۷ راکتوبر ۱۹۹۸ء درج ذیل ہیں:

مفکرین سے مذہب کی مدد کے لئے اپیل

پوپ اپنی کتاب کے انٹروڈکشن میں لکھتے ہیں:

"In both East and West, we may trace a journey which has led humanity down the Centuries to meet and engage truth more and more deeply.It is a journey which has unfolded- as it must within the horizon of personal self-consciousness: the more they know themselves in their uniqueness, with the question of meaning of things and of their very existence becoming ever more pressing....... Moreover a cursory glance at ancient history shows clearly how in different parts of the world, with their different cultures, there arise at the same time the fundamental questions which pervade human life: Who am I? Where have I come from,and where I am going to? Why is there evil? What is there after life?".

"یعنی ہم مشرق و مغرب دونوں میں ایک ایسے سفر کا نقشہ کھینچ سکتے ہیں جس نے حقیقت (Truth) کو اس کی زیادہ سے زیادہ گہرائی میں اتر کر پانے اور اس سے کام لینے میں انسانیت کی رہنمائی کی۔ یہ ایک ایسا سفر تھا جس نے، جیسا کہ چاہئے تھا، اپنی خود شناسی کے افق تک اس راز کو کھولا کہ جوں جوں کائنات میں اسے اپنے منفرد ہونے کا علم ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ زور سے یہ سوال اس کے سامنے آتا ہے کہ ان تمام چیزوں کی اور اس کی اپنی حقیقت کیا ہے......... علاوہ ازیں پرانی تاریخ پر ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالنے سے بھی واضح طور پر پتہ لگتا ہے کہ کس طرح دنیا کے مختلف حصوں میں جن کی تہذیب و تمدن بھی مختلف تھا یہ بنیادی سوال انسانی زندگی پر حاوی رہا کہ میں کون ہوں، میں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں جا رہا ہوں۔ دنیا میں برائی کیوں ہے اور اس زندگی کے بعد کیا ہے؟"

پوپ صاحب مذہب کی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا دینے کے لئے عقل اور فلسفہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں:

"On her part, the church cannot but set great value upon reason's drive to attain goals which render people's lives even more worthy. She sees in philosophy the way to come to know fundamental truths about human life. At the same time Church considers philosophy an indispensable help for a deeper understanding of faith and for communicating the truth of the Gospel to those who do not yet know it".

"یعنی جہاں تک چرچ کا تعلق ہے اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ عقل و استدلال کی قدر و قیمت کو بہت اہمیت دے کہ وہ اپنے زور کے بل پر ایسے مقاصد حاصل کرے جس سے لوگوں کی زندگیاں پہلے سے زیادہ کارآمد ہو جائیں۔ چرچ فلسفہ کو وہ طریق سمجھتا ہے جس سے انسانی زندگی کے بنیادی حقائق (Truths) معلوم ہو سکتے ہیں۔ ساتھ ہی مذہب کو بہتر طور پر سمجھنے اور انجیل کی سچائی کو ایسے لوگوں تک پہنچانے کے لئے جو ابھی تک اس سے آشنا نہیں چرچ فلسفہ کو ناگزیر خیال کرتا ہے"۔

پوپ کہتے ہیں کہ نوجوان نسل کی زندگی مقصدیت سے خالی ہونے کی وجہ سے بھٹک رہی ہے اور فلسفہ دانوں نے لوگوں کے کلچر کا رخ بامقصد زندگی کی طرف پھیرنے کا فرض ادا نہیں کیا۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہ دور تیز رفتار اور پیچیدہ تبدیلیوں کا ہے اس لئے بالخصوص نوجوانوں کو، جو مستقبل کے مالک ہیں اور جن پر مستقبل کا انحصار ہے، ایسی حالت میں کر دیا ہے کہ ان کو یہ احساس ہے کہ ان کے پاس رہنمائی حاصل کرنے کا کوئی معقول ذریعہ نہیں ہے۔ شخصی اور اجتماعی زندگی کے لئے ایک بنیاد موجود ہونے کی ضرورت ایسے وقت میں اور بھی بڑھ جاتی ہے جب صحیح نظریات تو بدیہی کمزور ہوں اور عارضی فوائد کا حصول ہی بطور واحد قدر (Value) کے قبول کیا جاتا ہو اور یوں زندگی کا حقیقی مقصد ہی مشکوک ہو کر رہ گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بہت انسان ایسے ہیں جو زندگی میں ڈگمگاتے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے جا پہنچتے ہیں۔ اکثر ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ وہ لوگ جن کا کام لوگوں کو ان کی سوچ کے مطابق کلچر مہیا کرنا ہوتا ہے وہ اب سچائی کی طرف نہیں دیکھتے، وہ جلد حاصل ہونے والی کامیابی کو ایسے صبر کی مشقت برداشت کرنے پر ترجیح دیتے ہیں جس سے زندگی بامقصد بن سکے"۔

دکھ (Suffering) کیوں ہے؟ زندگی کا مقصد کیا ہے؟

پوپ صاحب نے دکھ (Suffering) کے پیچیدہ مسئلہ کا جواب ڈھونڈنے کی اپیل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"Journeying search of truth:- It is not necessary to turn to the philosophers of the absurd or to the provocative questioning found in the book of Job, in order to have doubts about life's meaning. The daily experience of suffering in one's own life and in the lives of others and the array of facts which seem inexplicable to reason are enough to ensure that a question as dramatic as the question of meaning cannot be avoided".

یعنی "سچائی کی تلاش کا سفر: زندگی کے مقصد کے بارے میں خود کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرنے کے لئے بگڑے ہوئے فلسفہ کو پیش کرنے والوں کی طرف رخ کرنا ضروری نہیں۔ نہ ہی "ایوبؑ کی کتاب" کی طرف کہ جس کے مطالعہ سے اس طرح کے سوالات ابھرتے ہیں بلکہ خود انسان کی اپنی زندگی کے ہر روز کے دکھ اور دوسروں کی زندگیوں کے دکھ اور بے شمار حقائق جو صف باندھے سامنے کھڑے ہیں جن کی عقل کی رو سے کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی وغیرہ سبھی یہ باور کرانے کے لئے کافی ہیں کہ ڈرامائی طور پر سامنے آنے والے اس سوال سے بچا نہیں جا سکتا کہ زندگی کا آخر مقصد کیا ہے؟"۔

اصولاً تو عیسائیت کی تعلیم کی روشنی میں پوپ صاحب کو اس سوال کا جواب خود دینا چاہئے تھا لیکن جس انداز سے اسے تشنہ چھوڑا گیا ہے اس سے لگتا ہے کہ شاید خود پوپ صاحب کے پاس بھی اس سوال کا کوئی اطمینان بخش جواب نہیں۔ اسی لئے وہ مفکرین کو دعوت عام دے رہے ہیں کہ دکھ اور تقدیر کے مسئلہ نے جو خدا کے وجود پر شک کے سائے ڈال رکھے ہیں اس کا کوئی جواب تلاش کرنے کی کوشش کریں۔

کیا موت ہی ہمارا خاتمہ ہے یا اس کے بعد کچھ اور بھی ہے؟

دکھ، سکھ اور تقدیر کے مسئلہ کا حیات اخروی سے گہرا تعلق ہے۔ ان کو یکجائی طور پر دیکھ کر ہی اس مسئلہ کا حل معلوم ہو سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دکھ کا مسئلہ انہی کے لئے زیادہ پریشان کن بھی ہے جو مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے۔ پوپ صاحب حیات الآخرۃ کے بارہ میں جو لوگوں کے شبہات ہیں ان کا حل ڈھونڈنے کی بھی اپیل کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"Each of us has both the desire and the duty to know the truth of our own destiny. We want to know if death will be the definitive end of our life or if there is something beyond. Faced with the fact of death philosophers have again and again posed this question

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation
Contact: Anas Ahmad Khan
204 Merton Road London SW18 5SW
Tel: 0181-333-0921 \ 0181-448-2156
Fax: 0181-871-9398

together with the question of the meaning of life and immorality".

یعنی "ہم میں سے ہر ایک کی خواہش بھی ہے اور فرض بھی کہ وہ ہماری قسمت کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ ہم پتہ لگانا چاہتے ہیں کہ آیا موت پر ہی ہماری زندگی کا خاتمہ ہے یا اس کے بعد کچھ اور بھی ہے۔ موت کی حقیقت کا سامنا کرتے ہوئے فلاسفروں نے یہ سوال بار بار پوچھا ہے نیز یہ بھی کہ ارضی زندگی اور حیاتِ ابدی کا آخری مقصد کیا ہے؟"

مذہب اور عقل کی علیحدگی کا ڈرامہ

پوپ لکھتے ہیں :

"مذہب اور عقل کی علیحدگی کا ڈرامہ :
جونہی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں تو اس کے ساتھ ہی زیادہ کھل کر مذہب کا علم حاصل کرنے کے دوسرے ذرائع اور سائنسی تحقیق کے ساتھ رابطہ پیدا ہو گیا۔ قرونِ وسطیٰ کے عہد سے لے کر علم کے ان دونوں ذرائع کے درمیان جو جائز حد تک فرق تھا وہ بتدریج بڑھتا گیا اور بالآخر دور رس اور تباہ کن اثرات کے ساتھ دونوں علیحدہ راستوں پر چل پڑے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض مفکرین کی مبالغہ آمیز عقلیت پرستی (Rationalism) کی وجہ سے ان (علوم کی دونوں اقسام) کی پوزیشن بنیادی نوعیت اختیار کر گئی جس کے نتیجے میں ایسا فلسفہ وجود میں آیا جو مذہب اور اس کی تعلیم سے بالکل علیحدہ اور آزاد ہو گیا۔ اس علیحدگی کے متعدد نتائج میں سے یہ بھی تھا کہ خود عقل (Reason) کو بھی بے اعتمادی کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔ وہ لوگ جو پہلے ہی خدا اور آخرت کے بارہ میں شک میں مبتلا تھے (Sceptical) یا جو کہتے تھے کہ ان امور کے بارہ میں چونکہ علم حاصل نہیں ہو سکتا لہذا ان پر غور کرنا بھی بے کار ہے (Agnostic) انہوں نے مذہب کے بارہ میں عمومی بے اعتمادی کا اظہار کرنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جہاں بعض لوگوں نے مذہب کی طرف توجہ زیادہ مبذول کر دی تو دوسری طرف ایک طبقہ نے مذہب میں کسی عقل (Rationality) کے عمل دخل کا سرے سے ہی انکار کر دیا"۔

پوپ آگے لکھتے ہیں :

"It is not too much to claim that the developement of a good part of modern philosophy has seen it move further and further away from Christian revelation, to the point of setting itself quite expilicitly in opposition".

یعنی "یہ دعویٰ کرنا کچھ غلط نہ ہو گا کہ جدید فلسفہ کا زیادہ تر حصہ ایسا ہے جو عیسائیت کی آسمانی تعلیم (Revelation) سے دور سے دور تر ہوتا چلا گیا ہے اور اس مقام پر پہنچ چکا ہے جہاں کھل کر اس نے اپنے آپ کو عیسائیت کے خلاف کھڑا کر لیا ہے"۔

فلاسفروں اور سائنس دانوں سے اپیل

پوپ فلاسفروں کو مخاطب کر کے عیسائی تعلیم کو عقل سے ہم آہنگ کرنے کی اپیل کرتے ہیں :

"....... Reflecting in the light of reason and in keeping with its rules and guided always by the deeper understanding given them by the word of God, Christian philosophers can develope a reflection which will be both comprehensible and appealing to those who do not yet grasp the full truth which divine revelation declares".

یعنی "عقل کی روشنی میں غور کرتے ہوئے اور اس کے قوانین کے تابع رہتے ہوئے لیکن ہمیشہ اس سے عمیق تر علم سے ہدایت حاصل کرتے ہوئے جو خدا کے قول نے دیا ہے عیسائی فلاسفر ایک ایسی سوچ کو نشوونما دے سکتے ہیں جو ایسے لوگوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچنے والا ہو اور ان کی سمجھ میں آنے والا ہو جو آسمانی الہام کی سچائی کو ابھی تک پوری طرح سمجھ نہیں پائے"۔

پوپ اسی طرح کی اپیل سائنس دانوں کو بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں :

"In the field of scientific research a positivistic mentality took hold which not only abondoned the Christian vision of the world, but more especially rejected very appeal to the metaphysical or moral vision".

یعنی "سائنسی تحقیق کے میدان میں ایک ایسی ذہنیت نے قابو پا لیا ہے جو بطور علم کے ماخذ کے صرف انہیں حقائق کو درست تسلیم کرتی ہے جو انسانی مشاہدہ میں آ سکیں (Positivistic) اس لئے سائنس دانوں نے نہ صرف دنیا کے بارہ میں عیسائی نظریات کو ترک کر دیا بلکہ زیادہ خصوصیت سے ہر اس چیز کو بھی چھوڑ دیا جو مادی زندگی سے ماورئی امور یا اخلاقی تصور کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوں"۔

پوپ نے یہاں تخلیق (Creation) کے بارہ میں جو بائبل کی تعلیم ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کائنات اور آدم کی تخلیق کے بارہ میں تو عیسائیوں میں دو واضح گروپ بن چکے ہیں۔ ایک وہ ہے جو ڈارون کی ارتقاء کی تھیوری (Theory of Evolution) کو درست تسلیم کرتا ہے اور "ارتقائی" یا Evolutionist کہلاتے ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو تخلیق کے متعلق بائبل میں مذکور تعلیم کو درست مانتا ہے اور Creationist کہلاتا ہے۔

Mr.Jeremy Gilling پوپ کے حالیہ سرکلر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہمیں باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ڈارون کی سائنس بے مقصد ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ سوال کرتے ہیں :۔

Are we to infer that we have a devotee of creation Science in Vatican) If so how can we take seriously anything he has to say on any subject.

(Sydney Morning Herald 20-10-98)

یعنی "تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ویٹیکن میں ایک ایسا شخص بیٹھا ہے جو (بائبل میں مذکور) تخلیق کی کہانی پر یقین رکھتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہم کسی بھی موضوع پر اس کی بات سنجیدگی سے کیسے لے سکتے ہیں"۔

☆......☆......☆

جناب پوپ جان پال دوم نے اپنے اس سرکلر میں جو سوالات اٹھائے ہیں نہ صرف یہ تمام سوالات بلکہ اس کے علاوہ مذہب اور سائنس اور عقل و الہام اور ابدی سچائی کے حوالہ سے دیگر بہت سے سوالات جو آج کے دور میں انسانی ذہن کو پریشان کئے ہوئے ہیں ان کا جواب سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ محض دعویٰ ہی نہیں بلکہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعود و مہدی و معہود علیہ السلام کو اس غرض سے مبعوث فرمایا کہ وہ دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دکھائیں۔ چنانچہ آپ نے یہ اعلان فرمایا :

"ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں"۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۵۷)

اسی طرح فرمایا : "خداوند تعالیٰ نے اس احقر العباد کو اس زمانے میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائلِ عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرما دے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے"۔ (براہین احمدیہ)

نیز فرمایا : "اتمام حجت کے لئے میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ..... خدائے تعالیٰ نے اس زمانے کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے تا کہ وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملے سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں"۔

(آئینۂ کمالاتِ اسلام)

اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں آپ نے نہایت قوی دلائل اور آسمانی و زمینی علمی و عملی تازہ بتازہ نشانات و معجزات سے دینِ اسلام اور قرآن مجید کی حقانیت اور اس کی فوقیت کو ثابت فرمایا۔ آپ کی متعدد تصنیفات اور ملفوظات اور آپ کی حیاتِ طیبہ اس پر گواہ ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے مقدس خلفاء عظام بھی اسی نور سے مستفاض اعلائے کلمۂ اسلام کا عظیم جہاد نہایت کامیابی سے کرتے ہوئے اور تمام دنیا کے سائنس دانوں اور فلاسفرز کو چیلنج دیتے ہوئے (نہ کہ مدد کی اپیل کرتے ہوئے) غلبۂ دینِ متین کی شاہراہ پر آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اپنے آقا کے الفاظ میں ان کا یہی اعلان ہے کہ ؎

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

جناب پوپ جان پال دوم صاحب کے اس سرکلر سے بھی کئی ماہ پہلے ہمارے موجودہ امام سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایک نہایت معرکہ آراء تصنیف Revelation,Rationality,Knowledge and Truth شائع ہو کر تمام دنیا میں پھیل چکی ہے۔ اس ضخیم اور نہایت وقیع کتاب کے بلند پایہ مضامین کا خلاصہ تو اس جگہ پیش نہیں کیا جا سکتا۔ مختصراً اتنا کہنا کافی ہے کہ وہ تمام سوالات جو پوپ صاحب نے اپنے سرکلر میں اٹھائے ہیں اور جو ان کے اور نئی نسل کے لئے پریشانی اور شکوک کے پیدا کرنے کا موجب بنے ہوئے ہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے ان سب کا نہایت تسلی بخش، ٹھوس اور مدلل جواب اس عظیم الشان کتاب میں موجود ہے۔ یہ کتاب کیا ہے گویا علم و معرفت اور حقائق و دقائق کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب "براہین احمدیہ" اور "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے مضامین کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید اور سائنسی انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے۔ خدا کرے کہ دنیا بھر کے دانشور اس علمی خزانہ سے فائدہ اٹھائیں اور ان کے ذریعہ پھر یہ علوم عوام الناس تک پہنچ کر ان کی تشنگی دور کرنے کا باعث بنیں اور وہ اس سچے مذہب کو شناخت کر لیں جس کے پُر امن سایہ تلے آنے سے انہیں حقیقی راحت اور اطمینان قلب اور سچی خوشی اور ابدی نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کتاب کے پیغام کا ماحصل یہ ہے کہ ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

For Sale

Pizza Schad Express in Milten Burg- Germany

***Contact*: Jamsha Ishaq**

on Tel: 09371 6078-79

بقیہ:- الفضل ڈائجسٹ از صفحہ ۱۴

سکول کی پرائمری جماعتوں کا اجراء ہوا اور اُسی سال جب مڈل کی جماعتیں شروع ہوئیں تو اُن کے لئے حضرت اقدسؑ نے آپؓ کو عارضی ہیڈماسٹر مقرر فرمایا- آپؓ اُن دنوں B.A میں زیر تعلیم تھے اور رخصت پر قادیان آئے ہوئے تھے-

قادیان میں آپؓ حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضورؑ کے پاؤں اور بدن داتے- بارہا آپؓ نے حضورؑ کی کمر کو بوسہ دیا- حضورؑ کے پرانے کپڑے اور بال تبرکاً اپنے پاس رکھتے- حضورؑ کے لئے نئی رومی ٹوپی لاتے اور پرانی خود لے لیتے- مجلس میں حضورؑ کے بہت زیادہ قریب بیٹھتے اور ٹکٹکی لگاکر چہرہ مبارک کو دیکھتے- حضورؑ کوئی تقریر تقویٰ و طہارت کے متعلق فرماتے تو آپؓ کا پیراہن آنسوؤں سے تر ہو جاتا- بعض اوقات جسم دباتے دباتے حضورؑ کے شانہ پر سر رکھ کر روتے رہتے لیکن حضورؑ اس وجہ سے کبھی کبیدہ خاطر نہ ہوتے اور دبانے سے منع نہ فرماتے-

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کو قرآن کریم اور آنحضورﷺ سے بھی عشق تھا- ہر بات میں سنت پر عمل کرنا باعث فخر سمجھتے- تہجد باقاعدہ ادا کرتے اور نمازیں خشوع و خضوع سے پڑھتے-

آپؓ کی اہلیہ حضرت فاطمہ بی بی صاحبہؓ کا سن پیدائش ۱۸۷۶ء تھا اور وہ جوانی میں ہی ۲۱/اپریل ۱۹۰۴ء کو وفات پاگئیں- آپؓ کئی بار قادیان آئیں اور حضرت اقدسؑ آپؓ سے بیٹیوں کی طرح سلوک فرمایا کرتے تھے- آپؓ کی ایک بچی تھی جو پانچ برس کی عمر میں ۱۹۰۰ء میں فوت ہوگئی تھی-

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کی آخری بیماری کے دوران حضرت اقدسؑ نے ایک نہایت دردناک خط آپؓ کے بھائی ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کو تحریر فرمایا جس کا لفظ لفظ اپنے غلام کی محبت میں ڈوبا ہوا ہے- ۲۸/اپریل ۱۹۰۰ء کو مسیح موعودؑ کا یہ عاشق صادق صرف پچیس سال کی عمر پاکر اس دار فانی سے کوچ کر گیا- حضرت اقدسؑ نے جو تعزیت نامہ تحریر فرمایا اُس میں لکھا "عزیزی مرزا ایوب بیگ جیسا سعید لڑکا جو سراسر نیک بختی اور محبت اور اخلاص سے پُر تھا، اس کی جدائی سے ہمیں بہت صدمہ اور درد پہنچا...... ایک نوجوان صالح، نیک بخت جو اولیاء اللہ کی صفات اپنے اندر رکھتا تھا اور پودہ نشو و نما یافتہ جو امید کے وقت پر پہنچ گیا تھا، یکدفعہ اس کا کاٹا جانا اور دنیا سے ناپید ہو جانا سخت صدمہ ہے-...... الہام ہوا 'مبارک وہ آدمی جو اس دروازہ کی راہ سے داخل ہوں'- یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عزیزی ایوب بیگ کی موت نہایت نیک طور پر ہوئی ہے اور خوش نصیب وہ ہے جس کی ایسی موت ہو-......"- اس کے بعد حضورؑ نے اپنے ایک خواب کا ذکر بھی فرمایا جس میں آپؓ کی وفات کی طرف اشارہ تھا-

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کو فاضلکا میں دفن کیا گیا اور گیارہ سال بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانہ میں آپؓ کا جسم مبارک صندوق میں بند قادیان لایا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بمعہ جماعت کے اُن کا جنازہ پڑھایا اور پھر بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی-

-......☆......☆......☆......-

قلعہ بالاحصار پشاور

بالاحصار فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے اونچی جگہ یا بلند قلعہ- روایت ہے کہ یہ نام اس افغان بادشاہ تیمور نے دیا تھا جسے سکھوں نے سمیر گڑھ سے بدل دیا لیکن اِس نام نے شہرت نہ پائی- یہ قلعہ دو سے اڑہائی ہزار سال پرانا ہے اور اس کی ابتدائی تاریخ کا کسی کو بھی علم نہیں- دو چینی سیاحوں نے ۵۲۰ء اور ۶۳۰ء میں پشاور کا دورہ کیا اور اس قلعہ کا بھی ذکر کیا- سبکتگین نے ۹۸۸ء میں پشاور پر قبضہ کیا تو دس ہزار گھوڑے قلعہ کی حفاظت کے لئے رکھے- بعد میں محمود غزنوی نے ۱۱۷۹ء میں پشاور پر قبضہ کیا- مغل بادشاہ بابر نے بھی اس قلعہ کا ذکر کیا ہے- جب شیر شاہ نے ہمایوں کو شکست دی تو یہ قلعہ بھی تباہ کر دیا لیکن ہمایوں نے اس کی دوبارہ درستی کروائی اور اپنا فوجی گڑھ یہاں قائم کیا- ۱۵۸۵ء میں قلعہ میں آگ لگنے سے ایک ہزار اونٹوں کا تجارتی سامان تباہ ہوگیا- اسی سال راجہ مان سنگھ نے پشاور پر قبضہ کرلیا- ایک سال بعد ایک پٹھان جلالہ کی قیادت میں فوج نے قلعہ فتح کر کے تباہ کر دیا- جلالہ کو مغلوں سے نفرت تھی اور وہ پشاور کو اسلامی ریاست بنانا چاہتا تھا- لیکن ایک سال بعد ہی مغلوں نے حملے کر کے جلالہ کو چترال کی طرف بھگا دیا جہاں وہ ۱۶۰۰ء میں انتقال کر گیا- پھر نادر شاہ نے پشاور پر قبضہ کیا اور قلعہ میں اپنے گورنر کو مقرر کیا- لیکن احمد شاہ درّانی نے قلعہ پر قبضہ کر کے اپنے شاہی محل کے طور پر استعمال کیا-

۱۸۰۹ء میں جب ایک برطانوی سفیر کابل گیا تو اُس نے بھی اس قلعہ کو دیکھا- اُس وقت یہ قلعہ ایک بڑے باغ کے اندر واقع تھا- ۱۸۳۴ء میں سکھوں نے قلعہ سمیت پشاور پر قبضہ کرلیا اور قلعہ دوبارہ تعمیر کروایا- ۱۸۴۹ء میں پنجاب کو برطانیہ کے ساتھ منسلک کر دیا گیا اور وادی پشاور بھی ہندوستان کا حصہ بن گئی- ۴۷ء میں یہاں فوج اور خزانہ رکھا گیا تھا- پھر پاکستان کا پرچم اس پر لہرادیا گیا-

آج کا قلعہ ایک بے ترتیب سی چوکور عمارت ہے جس کی سرخ اینٹوں سے بنی ہوئی اندرونی اور بیرونی دو مضبوط اور چوڑی دیواریں ہیں- ان دیواروں کی مکمل اونچائی ۹۲ فٹ ہے-

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۳۱/جولائی میں یہ معلوماتی مضمون مکرم ظہور احمد صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے-

-......☆......☆......☆......-

موتی مسجد

موتی مسجد لاہور اگرچہ رقبہ کے لحاظ سے چھوٹی ہے لیکن خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے- اسے ۱۷۵۳ء میں نواب میر سید بھکاری خان نے تعمیر کروایا تھا جو لاہور کے وائسرائے میر منو کے درباری تھے اور پھر پنجاب کے نائب صوبیدار بنائے گئے- وہ ایک دیندار، سخی، عالم فاضل اور فقیر دوست انسان تھے- موتی مسجد کے بارے میں ایک مضمون مکرم شمشاد احمد قمر صاحب کے قلم سے روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۱/جولائی ۹۸ء میں شامل اشاعت ہے-

مسجد کا صحن سترہ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد آتا ہے جو صرف چالیس مربع فٹ ہے- اس صحن میں ایک تالاب ہے- اندرونی حصہ ۲۱/فٹ چوڑا اور ۳۸/فٹ لمبا ہے- مسجد کے تین در، تین گنبد اور چار مینار ہیں- میناروں اور گنبدوں کے اوپر کے حصے سنہری ہیں چنانچہ اسے طلائی اور سنہری مسجد بھی کہا جاتا رہا- صدیاں گزرنے کے باوجود بھی مسجد کی اندرونی نقاشی اور گلکاری اب بھی برقرار ہے- سکھوں کے دور حکومت میں اسے کافی برباد کیا گیا- مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں یہ سکھوں کے حوالے کردی گئی اور پھر اس شرط پر مسلمانوں کو واپس کی گئی کہ بلند آواز میں اذان نہیں دی جائے گی تاہم مسجد کی ملحقہ املاک سکھوں کے قبضہ میں ہی رہی جو انگریزوں نے مسلمانوں کو واپس دلائی-

-......☆......☆......☆......-

شعرائے احمدیت

حضرت مولانا ذوالفقار علی خانصاحبؓ گوہر

حضرت مولانا ذوالفقار علی خانصاحبؓ گوہر کی زندگی اور شاعری کے بارے میں ایک مضمون مکرم راشد متین احمد صاحب کے قلم سے ماہنامہ "خالد" ربوہ اگست ۹۸ء میں شامل اشاعت ہے- چونکہ آپؓ کا مختصر ذکر خیر قبل ازیں شمارہ ۱۴(۹۶ء) کے اسی کالم میں شائع ہو چکا ہے لہٰذا ذیل میں وہی امور پیش ہیں جو اُس مضمون سے اضافہ ہیں:

۱۹۰۰ء میں آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا اور پھر مئی ۱۹۰۴ء میں قادیان تشریف لے گئے لیکن بٹالہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضورؑ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں گورداسپور تشریف لے جاچکے ہیں- چنانچہ آپؓ گورداسپور کچہری پہنچے تو اگرچہ حضورؑ نے پہلے آپؓ کو نہ دیکھا تھا لیکن دیکھتے ہی پہچان لیا اور تحصیلدار صاحب کہہ کر مخاطب ہوئے- آپؓ اُس وقت تک نائب تحصیلدار تھے لیکن حضورؑ نے بعد میں بھی آپؓ کو ہمیشہ تحصیلدار صاحب کہہ کر ہی مخاطب کیا- بعد میں آپؓ تحصیلدار ہوگئے اور پھر اسسٹنٹ کمشنر کی منظوری بھی آئی لیکن اُس وقت آپؓ نے نواب صاحب رامپور کے کہنے پر اُن کی ملازمت اختیار کرلی اور اس طرح تحصیلداری سے آگے نہ بڑھ سکے-

رامپور میں ملازمت کے دوران قبول احمدیت اور نواب صاحب کی قربت کی وجہ سے ریاست کے اکثر عمائدین آپؓ سے حسد کرتے تھے اور درپردہ مخالفت پر آمادہ رہتے تھے- ایک مرتبہ کسی نے احمدی ہونے کی خواہش ظاہر کی تو آپؓ نے اُسے قادیان جانے کا مشورہ دیا- اُس نے اپنی مالی تنگدستی کا ذکر کیا تو آپؓ نے کچھ رقم بطور امداد کے دی اور ایک کتاب بھی پڑھنے کے لئے دی- اُس نے وہ رقم اور کتاب نواب صاحب کو یہ کہہ کر بھجوادی کہ یہ مجھے روپیہ دے کر قادیانی بنانا چاہتے ہیں- اگرچہ اس شکایت سے آپؓ بری ہوگئے لیکن آپؓ نے استعفیٰ دے کر سرکاری ملازمت دوبارہ اختیار کرلی-

حضرت مولانا صاحبؓ کے استاد نواب فصیح الملک داغ دہلوی تھے- ابتداء میں غزلوں کا رنگ دنیاوی تھا لیکن قبول احمدیت کے ساتھ ہی مذہب سے والہانہ عقیدت اور مقصدیت کا رنگ غالب آگیا- آپؓ نے فارسی میں بھی طبع آزمائی کی اور کچھ انگریزی شاعری کا بھی اردو منظوم ترجمہ کیا- آپؓ کا اکثر کلام تقسیم ملک کے وقت ہنگامے کی نذر ہوگیا- اگرچہ سلسلہ کے اخبارات و رسائل میں آپؓ کا کلام باقاعدہ شائع ہوتا رہا لیکن کتابی شکل میں انتخابی کلام آپؓ کی وفات کے بہت بعد ۱۹۹۱ء میں "کلام گوہر" کے نام سے آپؓ کے فرزند مکرم پروفیسر حبیب اللہ خانصاحب نے شائع کروایا-

رئیس احمد جعفری آپؓ کے بارے میں لکھتے ہیں "بہترین شاعر ہیں، تغزل میں اپنا رنگ سب سے الگ رکھتے ہیں، بوڑھے ہوچکے ہیں لیکن نہایت زندہ دل، ملنسار، شفیق، خلیق اور شوخ طبع بزرگ ہیں- صحت بھی ماشاء اللہ اچھی ہے، صحت کو اچھا رکھنے کے گُر جانتے ہیں، جوانوں سے زیادہ محنت کرتے ہیں"- اسی طرح قیس مینائی نے آپؓ کے کلام کے بارے میں لکھا:

پوچھتے کیا ہو مقامِ گوہر | پڑھ کے خود دیکھو کلامِ گوہر
منکشف آپ ہو جائے گا | کسقدر اونچا ہے بامِ گوہر
بند کوزہ میں سمندر یعنی | بادہ عشق بجامِ گوہر
شرف قرب رسول اعظم | قصر جنت میں قیامِ گوہر

حضرت مولانا صاحبؓ کا نمونہ کلام ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے:

اے احمدی دکھا تو تقدیمِ احمدیت
دنیا پہ کردے ظاہر تفخیمِ احمدیت
پیش نظر ہے جب تک تعلیمِ احمدیت
زیر عمل ہے جب تک تنظیمِ احمدیت
تو سربکف نکل جا ظلمت کی وادیوں میں
شعلوں کے سایہ میں کر تفہیمِ احمدیت
کر شکر اس خدا کا احمد کو جس نے بھیجا
خوش قسمتی ہے تیری تعمیمِ احمدیت

حضرت مولانا صاحبؓ کی ایک نظم بعنوان "احمدیوں سے خطاب" سے انتخاب ملاحظہ فرمائیں:

وہ دکھ مجھے راحت ہے جو تجھ کو پسند آئے
وہ عشق نِمَا ہے جو تجھ کو نہ پرچائے
یہ جان بھی تیری ہے یہ مال بھی تیرا ہے
اچھا ہو یہ سب بچھڑے اور تو مجھے مل جائے
اسلام کے فرزندو گوہر کی سنو یارو!
کرنا وہی اے شیرو وہ یار جو فرمائے
ہیں صبر کی تاکیدیں تم صبر کئے جاؤ
طوفاں بھی کوئی سر سے گزرے تو گزر جائے
اس راہِ محبت میں کیا کام شکایت کا
راضی بقضا رہ کر دیکھو جو وہ دکھلائے
یہ کوچۂ الفت ہے رُسوائی سے مت ڈرنا
پیارا ہے وہی اس کا دیوانہ جو کہلائے
فرزندیٔ احمد کو بدنام نہ کر دینا
دل دے کے میرے پیارو مشکل نہیں سر دینا

-......☆......☆......☆......-

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم اور دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیر انتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ اپنے رسائل ذیل کے پتہ پر ارسال فرمائیں :

AL-FAZL DIGEST, 6 HARDWICKS WAY, LONDON SW18 4AJ U.K.

حضرت مسیح موعودؑ کا عفوودر گزر

☆ میرٹھ سے ایک اخبار شحنہ ہند حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں نہایت گندے مضامین شائع کرتا تھا۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں میرٹھ کی جماعت کے صدر حضرت شیخ عبدالرشید صاحبؓ نے قادیان میں حضورؑ کی خدمت میں یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اخبار کے مضامین پر عدالت میں نالش کریں گے۔ یہ سُن کر آپؑ نے فرمایا ”ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے، یہ گناہ میں داخل ہوگا اگر ہم خدا کی تجویز پر تقدم کریں۔ اسلئے ضروری ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیں“۔ حضرت اقدسؑ کے دشمنوں سے عفو کے بعض واقعات حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ کے ایک پرانے مضمون سے روزنامہ ”الفضل“ ربوہ ۵و۱۲ راگست ۹۸ء کی زینت ہیں۔

☆ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب مقدمہ ڈاکٹر کلارک میں عیسائیوں کے گواہ کی حیثیت سے عدالت میں پیش ہوئے تو حضرت اقدسؑ کے وکیل مولوی فضل الدین صاحب نے جرح کے دوران گواہ سے ایسے سوالات کرنے چاہے جو مولوی صاحب کی عزت و آبرو کو خاک میں ملادیتے۔ لیکن حضورؑ نے باصرار اور بزور ایسا کرنے سے روک دیا۔

☆ حضرت مسیح موعودؑ کی قلیل جماعت کو آغاز میں قادیان میں بھی شدید تکالیف اٹھانی پڑیں۔ جب حضرت سید احمد نور صاحبؓ نے حضورؑ کی اجازت سے ڈھاب کے قریب مکان بنانا چاہا تو بہت سے سکھوں اور برہمنوں نے اُن پر حملہ کرکے لہولہان کردیا۔ ایک حملہ آور کو بھی چوٹ لگی۔ حضورؑ کو علم ہوا تو آپؑ نے صلح اور سمجھوتہ کرنے کی تلقین کی۔ دشمنوں نے بھی یہی عندیہ ظاہر کیا لیکن دوسری طرف عدالت میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ اور بعض دوسرے لوگوں پر مقدمہ دائر کردیا۔ اس پر پولیس کو اطلاع دی گئی اور پولیس کی طرف سے بلوہ کرنے کے الزام میں سولہ حملہ آوروں کے خلاف مقدمہ دائر کردیا گیا۔ نتیجۃً دشمن کی طرف سے قائم کیا جانے والا جھوٹا مقدمہ خارج ہوگیا اور پولیس کی طرف سے دائر کیا ہوا مقدمہ آخر تک چلا اور جب دشمنوں کو یقین ہوگیا کہ اب سزا ہو جائے گی تو وہ لالہ ملاوامل وغیرہ کو لے کر حضرت اقدسؑ کی خدمت میں معافی کے لئے حاضر ہوئے۔ حضورؑ نے معاف فرمادیا۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب نے سارے واقعات بیان کرکے عرض کیا کہ یہ مقدمہ پولیس نے چالان کیا ہے اور اس میں سرکار مدعی ہے، سولہ ملزم ہیں، پولیس سب کا رہا ہو جانا کبھی پسند نہیں کرے گی اور ہمارے اختیار سے باہر ہے کہ ہم یہ مقدمہ بطور راضی نامہ ختم کردیں کیونکہ ہم مدعی نہیں پھر مقدمہ ایسے مرحلے پر ہے کہ صرف فیصلہ باقی ہے۔ اس پر آپؑ نے فرمایا ”ہمارے اختیار میں جو کچھ ہے وہ کرلینا چاہئے۔ میں نے ان کو معاف کردیا ہے۔ میری طرف سے جاکر کہہ دیا جاوے ......“۔ چنانچہ فیصلے کے روز عدالت میں جاکر حضرت شیخ صاحب نے حضرت اقدسؑ کا فیصلہ سنادیا۔ پولیس کو بہت افسوس ہوا اور مجسٹریٹ نے کہا کہ یہاں پولیس مدعی ہے اور آپ کا کیا اختیار ہے۔ آپؓ نے کہا ہم کو یہی حکم ہے اور وہ آپ تک پہنچادیا ہے۔ اس پر مجسٹریٹ صاحب بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ جب حضرت صاحب نے معاف کردیا تو میں بھی معاف ہی کرتا ہوں اور پھر ملزموں سے مخاطب ہوکر کہا کہ ایسا مہربان انسان کم دیکھا گیا ہے جو دشمنوں کو اس وقت بھی معاف کردے جبکہ وہ اپنی سزا بھگتنے والے ہوں اور بہت ملامت کی کہ ایسے بزرگ کی جماعت کو تم تکلیف دیتے ہو، بڑے شرم کی بات ہے، آج تم سب سزا پاتے مگر یہ مرزا صاحب کا رحم ہے کہ تم کو جیل جانے سے بچادیا۔

☆ ایک مقدمہ کے دوران ایک شخص سنتا سنگھ بانگرو بھی ملزم تھا اور اُس کے چچا نے فریق مخالف کو مقدمہ دائر کرنے پر آریوں کے ساتھ مل کر اکسایا تھا۔ چند ہی روز بعد اُسے مُشک کی ضرورت پڑی تو اُس نے حضورؑ کے دروازے پر دستک دی۔ آپؑ باہر تشریف لائے تو اُس نے مدعا بیان کیا۔ اگرچہ آپؑ کو علم تھا کہ وہ فتنہ میں ایک لیڈر کی طرح حصہ لیتا رہا ہے لیکن صرف اتنا فرمایا ”ٹھہرو، لاتا ہوں“ اور پھر نصف تولہ مشک لاکر اُس کے حوالہ کردی۔

☆ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے چچا زاد بھائیوں نے مسجد مبارک کے راستہ میں دیوار کھینچ کر آپؑ اور آپکی جماعت کو شدید تکالیف پہنچائی تھیں۔ آخر عدالت نے دیوار گرانے کا حکم دیا اور حرجانہ اور خرچہ کی ڈگری بھی دی۔ تب مرزا نظام الدین صاحب نے نہایت عاجزی سے آپؑ کی خدمت میں لکھا کہ میری حالت آپ کو معلوم ہے۔ اگرچہ میں قانونی طور پر اس روپیہ کے ادا کرنے کا پابند ہوں اور آپ کو بھی حق ہے کہ ہر طرح وصول کریں۔ مجھ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہماری طرف سے کوئی نہ کوئی تکلیف آپ کو پہنچتی رہی ہے مگر یہ بھائی صاحب (مرزا امام الدین صاحب جو وفات پاچکے تھے) کی وجہ سے ہوتا تھا اور مجھے مجبوراً شریک ہونا پڑتا تھا۔ آپ رحم کرکے معاف فرمادیں۔ اگر معاف نہ کریں تو اقساط میں وصول کرلیں۔

جب حضورؑ کو یہ خط ملا تو آپؑ نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا کہ مجھ سے کیوں دریافت نہ کیا گیا۔ نیز فرمایا کہ ہم کو دنیاداروں کی طرح مقدمہ بازی اور تکلیف دہی سے کچھ کام نہیں، خداتعالیٰ نے مجھے اس غرض کے لئے دنیا میں نہیں بھیجا۔ اور اسی وقت ایک ہمدردانہ جوابی مکتوب لکھا کہ مجھے اس ڈگری کے کبھی اجراء نہ کرنے کے متعلق یقین دلایا گیا تھا۔ چنانچہ آپؑ نے سب کچھ معاف کردیا اور اس کا یہ اثر ہوا کہ مرزا نظام الدین صاحب نے باقی زندگی عملاً مخالفت ترک کردی۔

حضورؑ نے نہ صرف مرزا صاحبؓ کو دل سے معاف کیا بلکہ اُن کی درخواست پر زمین کا ایک ٹکڑا بھی انہیں عنایت فرمادیا جسے بعد میں انہوں نے حضورؑ کے ایک خادم کے ہاتھ ہی فروخت کردیا۔ لیکن حضورؑ نے کبھی اُس کی قیمت کا مطالبہ نہ کیا۔

-......☆......☆......☆......-

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ اگست ۱۸۷۵ء میں کلانور ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے مورث اعلیٰ مرزا عبدالحکیم بیگ نے کلانور سے تین میل کے فاصلہ پر حکیم پور کی بنیاد رکھی۔ آپؓ کے پردادا مرزا عبدالرحیم بیگ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے مصاحبوں میں سے تھے اور سکھ حکومت سے قبل ریاست ٹونک میں وزیر اعظم رہ چکے تھے اور اپنے زمانے میں پرہیزگار مشہور تھے۔ آپؓ کے دادا مرزا احمد بیگ صاحب بھی غرباء اور یتامیٰ کی مدد کرنے میں بہت مشہور تھے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لے گئے جہاں مولوی عبدالحکیم کلانوری سے مباحثہ ہوا جو ۳ر فروری ۱۸۹۲ء کو ختم ہوا۔ ان دنوں لاہور میں مخالفت کا بہت زور تھا اور حضورؑ کے خلاف لوگ سرعام گالی گلوچ کرتے تھے۔ ہر وقت حملہ کا اندیشہ رہتا تھا اور بیعت کرنے والوں کو مخالفین دھمکاتے تھے اس لئے کئی دفعہ بیعت کا اظہار بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ انہی دنوں حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ اور آپؓ کے حقیقی بھائی مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک دوسرے سے خفیہ بیعت کی۔

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ۵ر فروری کو میں سکول سے واپس آیا اور ایک ہم جماعت کے ہمراہ حضورؑ کی قیام گاہ پر پہنچا۔ وہاں دو رکعت نماز ادا کی اور خادم کے ذریعے ملاقات کی درخواست خدمت اقدس میں پہنچائی۔ حضورؑ نے ازراہ شفقت بالاخانے میں بلایا اور باری باری علیحدگی میں بیعت لی۔ آپؑ دس شرائط بیعت تفصیلوار بیان کرکے اقرار لیتے تھے۔ پہلے میرے ہم جماعت نے بیعت کی تو میرے دل میں تفرع اور خشیت اللہ نے بہت زور کیا۔ اس وقت تین چار دفعہ میری آنکھوں کے سامنے بجلی کی طرح ایک نور کی چمک نظر آئی۔ پھر حضورؑ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ آپ کے چہرہ سے رشد اور سعادت ٹپکتی ہے...... پھر بیعت لی تو مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے نور اندر بھر جاتا ہے۔

حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ جب جموں میں ملازم تھے تو اکثر لاہور بھی آیا کرتے تھے۔ آپؓ کے عشقِ قرآن، سچا اخلاص اور اخلاقی و روحانی نمونہ دیکھ کر حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کو آپؓ سے غیر معمولی محبت پیدا ہوگئی اور وہ پڑھائی سے فارغ ہوکر اکثر وقت آپؓ کی خدمت میں گزارتے۔ حتّٰی کہ نماز فجر بھی آپؓ کی قیامگاہ پر جاکر ہی ادا کیا کرتے۔ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کو بھی حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ سے ایسی محبت تھی کہ انہیں اپنا بیٹا کہا کرتے تھے۔

حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ اپنے بھائی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے ہمراہ مارچ ۱۸۹۳ء میں پہلی بار قادیان آئے۔ یہ وہ وقت تھا جب ان دونوں بھائیوں اور حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کے علاوہ قادیان میں اور کوئی مہمان نہ تھا۔ حضورؑ کے رہائشی مکان کی شرقی جانب کتاب ”آئینہ کمالات اسلام“ طبع ہو رہی تھی۔ حضورؑ کا اکثر وقت مہمانوں کے ساتھ ہی گزرتا اور کھانا بھی اکثر حضورؑ خود ہی اندر سے لایا کرتے۔ اس پاک ماحول اور محبت نے دونوں بھائیوں کے ایمان میں ایسی تقویت دی کہ انہوں نے واپس گھر جاکر اپنی مخفی بیعت کا اظہار کردیا۔ اِن کے والد صاحب نے اپنے بیٹوں کی زندگیوں میں غیر معمولی تبدیلی ملاحظہ کرلی تھی اور یہ اخلاقی تغیر اُن کے قبول احمدیت کا باعث بھی بنا۔

اس کے بعد حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ ہر ماہ دو تین بار قادیان حاضر ہونے لگے اور موسم گرما کی رخصت بھی وہیں پر گزارتے۔ کئی بار صرف اتوار کے لئے قادیان جاتے اور ہفتہ کی رات دس گیارہ بجے بٹالہ سے پیدل قادیان روانہ ہوتے اور سارا دن قادیان میں گزار کر اتوار کی شام کو پیدل واپس آ جاتے۔ کئی بار بارش کے طوفان سے کمر تک پانی میں سے گزر کر وہاں پہنچے۔ جب دوسرے لوگ ہمراہ ہوتے تو آپؓ کمزوروں کا سامان خود اٹھالیتے اور بعض دفعہ ضعیف العمر احباب کو اپنی کمر پر بھی اٹھالیتے۔

مارچ ۱۸۹۴ء میں جب ماہ رمضان میں چاند کو گرہن لگا تو اسی رمضان میں سورج گرہن کے دن قریب آنے پر آپؓ بھی اپنے بھائی اور ایک اور ہم جماعت کے ساتھ قادیان روانہ ہوئے۔ رات گیارہ بجے بٹالہ پہنچے تو سامنے سے شدید آندھی اور بادل کی گرج چمک سے چلنا مشکل تھا۔ ان تینوں نے نہایت تضرع سے دعا شروع کی تو ابھی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ ہوا کا رُخ بدل گیا اور وہ ممد سفر بن گئی۔ تھوڑی دیر میں یہ نہر پر پہنچ گئے جہاں ایک کمرہ میں کچھ دیر آرام کیا اور پھر روانہ ہوئے تو سحری حضرت اقدسؑ کے دستر خوان پر کھائی۔ صبح حضورؑ کے ہمراہ کسوف کی نماز ادا کی جو مولوی محمد احسن امروہی صاحب نے مسجد مبارک کی چھت پر پڑھائی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کا نام اپنی کتاب ”انجام آتھم“ میں ۳۱۳ صحابہ کی فہرست میں شامل فرمایا ہے۔

لیکھرام کے قتل کے بعد دارالمسیح کا باقاعدہ پہرہ شروع کیا گیا۔ حضرت مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کو بھی پہرہ دینے کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

۳ر جنوری ۱۹۹۸ء کو تعلیم الاسلام ہائی

بقیہ صفحہ ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں

Muslim Television Ahmadiyya
Programme Schedule for Transmission

05/03/99 - 11/03/99

Please Note that programme and timings may Change without prior notice. Details of Programmes are Announced Every Six Hours. All times are given in British Standard Time. For more information please phone on +44 181 870 8517 or fax +44 181 874 8344

Friday 5th March 1999
16 Zul Qa'da 1419

00.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
00.50 Children's Corner: Quran Pronunciation. Lesson No. 7 (R)
01.20 Liqa Ma'al Arab: Session No. 55 Rec: 27.06.95
02.25 Quiz: History of Ahmadiyyat, Part 82 (R)
03.20 Urdu Class: (R)
04.25 Shajray Phull: About Sahaba of Tonsa
04.55 Homeopathy Class: Lesson No. 12 (R) Rec: 04.05.95
06.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
06.50 Children's Corner: Pronunciation 7 (R)
07.15 MTA Variety: Zinda Log
07.35 From The Archives: Majlis e Irfan-Part 2 Rec: 16.02.84 at Mia Pur Khas Huzoor and students
08.45 Liqa Ma'al Arab: Session No. 55 (R)
10.00 Urdu Class: (R)
11.05 Computers for Everyone: Lesson No. 100
11.35 Bengali Service: Quiz Contest, Seerat un Nabi, organised by Lajna.
12.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
12.55 Darood Shareef
13.00 Friday Sermon - LIVE
14.15 Documentary: Aqsa Mosque, Rabwah
14.25 Rencontre Avec Les Francophones(new): Rec: 28.02.99
15.35 Friday Sermon: Rec, 05.03.99 (R)
16.50 Liqa Ma'al Arab: Session No. 55(R)
18.05 Tilawat, Dars ul Hadith.
18.40 Urdu Class(New): Rec, 03.03.99
19.45 German Service
20.45 Children's Corner: Kudak No. 11
21.00 Children's Corner: Hikayat e Shereen
21.10 Medical Matters: Jaundice
21.40 Friday Sermon: (26.02.99) (R)
22.55 Rencontre Avec Les Francophones(N):(R)

Saturday 6th March 1999
17 Zul Qa'da 1419

00.05 Tilawat, Hadith, News
00.35 Children's Corner: Kudak No. 11 (R)
00.50 Liqa Ma'al Arab: Session No. 56 Rec: 28.06.95
02.00 Friday Sermon: 05.03.99 (R)
03.05 Urdu Class(New): (R)
04.25 Computers for Everyone: Lesson No.100(R)
04.55 Rencontre Avec Les Francophones(N):(R)
06.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News.
06.45 Children's Corner: Kudak No. 11 (R)
07.00 Saraiky Prog: Tarjumatul Quran Class Lesson No.4, Rec: 04.08.94
08.05 Medical Matters: Jaundice (R)
08.35 MTA Variety: Discussion on Khiafat e Rashida
09.40 Liqa Ma'al Arab: Session No.56 (R)
10.40 Urdu Class(New): (R)
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Danish: Lesson No. 13
13.10 Indonesian Hour
14.10 Bengali Service: Discussion on our independance day, snake charmers, more..
15.15 Children's Class(New): with Huzoor Rec: 06.03.99
16.20 Liqa Ma'al Arab: Session No. 56 (R)
17.20 Al Tafseer-ul-Kabir: Prog. No. 34
18.05 Tilawat, Darsul Hadith
18.10 Urdu Class(New): Rec, 05.03.99
19.25 German Service:
20.25 Children's Corner: Quran Quiz, No.40
20.45 Q/A Session(New): From Fazl Mosque London, Rec: 07.02.99
22.25 Children's Class(New): with Huzoor (R)
23.25 Learning Danish: Lesson No. 13 (R)

Sunday 7th March 1999
18 Zul Qa'da 1419

00.05 Tilawat, Seerat un Nabi, News
00.50 Children's Corner: Quran Quiz, No.40 (R)
01.10 Liqa Ma'al Arab: Session No. 57 Rec: 29.06.95
02.15 MTA Variety: Tehreek - e - Jadid
03.05 Urdu Class(New): (R)
04.20 Learning Danish: Lesson No. 13(R)
04.50 Children's Class(New): (R)
06.05 Tilawat, News
06.35 Children's Corner: Quran Quiz, Pt 40 (R)
06.50 Friday Sermon: 05.03.99 (R)
08.00 Q/A Session: from London,Rec: 07.02.99(R)
09.35 Liqa Ma'al Arab: Session No. 57 (R)
10.55 Urdu Class(N): Rec: 05.03.99 (R)
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Chinese: Lesson No. 116
13.10 Indonesian Hour
14.10 Bengali Service: Quiz with Khuddam,.....
15.10 English Mulaqat: Rec, 06.08.95
16.15 Liqa Ma'al Arab: Session No. 57 (R)
17.25 Albanian Prog: Introduction to Islam, Pt 4
18.05 Tilawat, Seerat un Nabi
18.25 Urdu Class(New): Rec: 06.03.99
19.40 German Service:
20.40 Children's Corner: Science Club
20.55 Children's Corner: Bait Bazi, Part 2
21.10 Dars ul Quran: Lesson No. 25 Rec: 28.01.98
22.55 Speech: By Maulana Sulatan Anwar Sahib
23.05 Learning Chinese: Lesson No.116 (R)

Monday 8th March 1999
19 Zul Qa'da 1419

00.05 Tilawat, Darsul Malfoozat, News
00.50 Children's Corner: Science Club (R)
01.05 Children's Corner: Bait Bazi, Part 2(R)
01.20 MTA USA: Speech by B.A.Orchard Sb Topic: Our Paradise is our God
01.55 Liqa Ma'al Arab: Session No. 58 Rec: 04.07.95
03.10 Urdu Class(New): (R)
04.20 Learning Chinese: Lesson No.116 (R)
04.50 English Mulaqat (R)
06.05 Tilawat, Darsul Malfoozat, News
06.50 Children's Corner: Science Club (R)
07.05 Dars ul Quran: Lesson No. 25 (R)
08.20 MTA Variety: Speech (R)
08.55 Liqa Ma'al Arab: Session No. 58 (R)
10.10 Urdu Class: (New): (R)
11.10 MTA Sports: Volley Ball Final Fazle Umar vs Tahir Club
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Norwegian: Lesson No. 6
13.10 Indonesian Hour
14.10 Bengali Service: Truth of the Imam Mahdi
15.10 Homeopathy Class: Lesson No. 13
16.15 Liqa Ma'al Arab: Session No. 58 (R)
17.20 Turkish Prog.: Truth about Imam Mahdi Programme No. 7
18.05 Tilawat, Darsul Malfoozat
18.30 Urdu Class:
19.35 German Service
20.35 Children's Corner: Workshop No.12 From Lajna Pakistan
21.10 Words of Wisdom: Talk by Imam Mujeeb Rashid Sahib from London.
21.25 Rohani Khazaine: Programme No. 18
22.15 Homeopathy Class: Lesson No. 13 (R)
23.25 Learning Norwegian: Lesson No.6 (R)

Tuesday 9th March 1999
20 Zul Qa'da 1419

00.05 Tilawat, Darsul Hadith, News
00.50 Children's Corner: Workshop No.12(R)
01.20 Liqa Ma'al Arab: Session No. 59 Rec: 05.07.95
02.30 MTA Sports: Volley Ball Final (R) Fazle Umar Club vs Tahir Club
03.15 Urdu Class: (R)
04.20 Learning Norwegian: Lesson No. 6 (R)
04.50 Homeopathy Class: Lesson No. 13 (R)
06.05 Tilawat, Darsul Hadith, News
06.55 Children's Corner: Workshop No.12 (R)
07.25 Pushto Programme: Friday Sermon Rec: 05.09.97
08.25 Rohani Khazaine: Part No. 18 (R)
09.15 Liqa Ma'al Arab: Session No. 59 (R)
10.25 Urdu Class: (R)
11.35 Medical Matters: Child & Mother Care Pt2
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning French: Lesson No. 25
13.10 Indonesian Hour
14.15 Bengali Service
15.15 Tarjumatul Quran Class
16.20 Liqa Ma'al Arab: Session No. 59 (R)
17.20 Norwegian Prog.: Contemporary Issues - 12
18.05 Tilawat, Darsul Hadith
18.30 Urdu Class
19.45 German Service
20.50 Children's Corner: Pronunciation of The Holy Quran, Lesson No. 8
21.15 Children's Corner: Waqfeen e Nau From Rabwah
21.45 Hamari Kaenat: No. 161
22.10 Tarjumatul Quran Class(New): (R)
23.15 Learning French: Lesson No. 25 (R)

Wednesday 10th March 1999
21 Zul Qa'da 1419

00.05 Tilawat, Dars ul Hadith, News
00.35 Children's Corner: Pronunciation of The Holy Quran, Part 8 (R)
01.00 Liqa Ma'al Arab: Session No. 60 Rec: 06.07.95
02.05 Children's Corner: Waqfeen e Nau (R)
02.35 Urdu Class: (R)
03.40 Learning French: Lesson No.25 (R)
04.15 Speech: Hafiz Muzaffar Ahmad Sahib From Jalsa Salana Sargodah
04.55 Tarjumatul Quran Class: (R)
06.05 Tilawat, History of Ahmadiyyat, News
06.45 Children's Corner: Pronunciation of The Holy Quran, Part 8 (R)
07.10 Swahili Prog.: Friday Sermon Rec: 22.03.95
08.15 Dars ul Hadith: with Swahili Translation
08.40 Hamari Kaenat: No. 161 (R)
09.10 Liqa Ma'al Arab: Session No. 60 (R)
10.10 Urdu Class: (R)
11.15 Interview: of Darvesh e Qadian, Part 2
12.05 Tilawat, News
12.35 Learning German: Lesson No. 10
13.05 Indonesian Hour
14.05 Bengali Service: Friday Sermon Rec: 12.07.96
15.05 Tarjumatul Quran Class:
16.15 Liqa Ma'al Arab: Session No. 60 (R)
17.15 Revue De Presse: Part 3
18.05 Tilawat, History of Ahmadiyyat
18.30 Urdu Class
19.50 German Service
20.50 Children's Corner: Ilmi and Tafreehi Prog. Atfal ul Ahmadiyya, Rabwah
21.20 MTA Variety: Al Maidah
21.30 MTA Variety: Shumarah No. 12
22.10 Tarjumatul Quran Class:(R)
23.15 Learning German: Lesson No.10 (R)

Thursday 11th March 1999
22 Zul Qa'da 1419

00.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
00.50 Children's Corner: Ilmi and Tafreehi (R)
01.20 Liqa Ma'al Arab: Session No. 61 Rec: 11.07.95
02.30 Interview: of Darvesh e Qadian, Part 2 (R)
03.05 Urdu Class (R)
04.10 Learning German: Lesson No.10 (R)
04.40 Tarjumatul Quran Class: (R)
06.05 Tilawat, Dars Malfoozat, News
06.50 Children's Corner: Ilmi and Tafreehi (R)
07.20 Sindhi Programme: Friday Sermon Rec: 14.03.97
08.25 MTA Lifestyle: Al Maidah (R)
08.35 MTA Variety: Shumarah No.12 (R)
09.10 Liqa Ma'al Arab: Session No. 61 (R)
10.10 Urdu Class (R)
11.15 Quiz: History of Ahmadiyyat, Part 83
12.05 Tilawat, News
12.40 Learning Arabic: Lesson No.31
12.55 Indonesian Hour: Tilawat, Ahmadiyya Islam, Mimbar Islam, More.......
14.00 Bengali Service: Q/A with Huzoor Rec: 18.03.94, Session No. 6
14.45 Bengali Service: A Veterinary Hospital
15.05 Homeopathy Class: Lesson No.14
16.20 Liqa Ma'al Arab: Session No. 61
17.30 Swedish Programme: A Quiz Contest
18.05 Tilawat, Dars Malfoozat.
18.30 Urdu Class
19.35 German Service
20.35 Children's Corner: Pronunciation of The Holy Quran, Part 9.
21.00 From The Archives: Majlis e Irfan Rec: 17.02.84 at Nasirabad
22.10 Homeopathy Class: Lesson No.14 (R)
23.10 Learning Arabic: Lesson No.31 (R)
23.30 Shajray Phull: Seerat Hadhrat Maulvi Mohammad Usman Sahib (RA)

Translations for Huzoor's Programmes are available on the following Audio frequencies:
English: 7.02 mhz, Arabic: 7.20 mhz, Bengali: 7.38 mhz, French: 7.56 mhz, German: 7.74 mhz, Indonesian/ Russian: 7.92 mhz, Turkish: 8.10 mhz,
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (0181) 870 8517
Fax: (0181) 870 1095

Vol. 6 Friday, March 5, 1999 Issue No. 10

حاصل مطالعہ

(دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت)

پاکستان کے سیاسی قائدین

اداریہ رسالہ حکایت لاہور جنوری ۱۹۹۸ء صفحہ ۱۲:۔

"وہی علماء جو پاکستان کو **کفرستان** اور قائد اعظم کو **کافر اعظم** کہا کرتے تھے آج پاکستان کے سیاسی قائدین بنے ہوئے ہیں اور ان کے دلوں میں صرف اقتدار ہے، انہوں نے وزارتیں بھی لیں اور کچھ اور عہدے بھی حاصل کئے اور پاکستان کو اس طرح کھایا جس طرح مردار کو گدھ کھا جاتے ہیں"۔

☆......☆......☆

نظام مصطفیٰ کا مطالبہ ایک سیاسی حربہ

"نظام مصطفیٰ" کیا ہے اس کا جواب مدیر اعلیٰ "حکایت" کے قلم سے ملاحظہ ہو:

"شرعی نظام حکومت کے نفاذ اور قیام کا مطالبہ اتنا ہی پرانا ہے جتنی پاکستان کی عمر لیکن یہ مطالبہ کسی بھی دور میں پورا نہ کیا گیا۔ حد یہ کہ جنرل ضیاء الحق اسلام کے نفاذ کا نعرہ لے کر آئے اور نظام مصطفیٰ کے علمبردار بنے اور پھر انہوں نے قوم کے ساتھ یہ بھونڈا مذاق کیا کہ ریفرنڈم کرولیا کہ نظام مصطفیٰ چاہتے ہو یا نہیں۔ اگر جواب ہاں میں ہے تو جنرل ضیاء ہی ملک کے صدر رہیں گے۔ اس مذاق کے ذریعے جرنیل صدر تو بنے رہے لیکن نظام مصطفیٰ ایک مطالبہ، ایک نعرہ اور **ایک سیاسی حربہ ہی بنا رہا**۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ جرنیل صاحب کی دلچسپی اسلام کے ساتھ تھی ہی نہیں اور جن کی پشت پناہی میں "مرحوم" نے اپنے آپ کو ملک و ملت پر مسلط کر رکھا تھا وہ پاکستان میں سیکولر (لادین) نظام حکومت چاہتے تھے۔ (حکایت مئی ۱۹۹۸ء صفحہ ۱۸،۱۷)

☆......☆......☆

"مجدد اعظم" کے تجدیدی عقائد

ڈاکٹر اسرار احمد" صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریکِ خلافت پاکستان" کا ایک "دینی شہ پارہ":۔

"اب آپ......... جامع مجدد تلاش نہ کیجئے...... چودھویں صدی کے مجدد اعظم شیخ الہند مولانا محمود حسن جدید تعلیم یافتہ نہیں تھے، وہ نہیں جانتے تھے کہ مغربی فلسفہ کیا ہے...... پس اب تو جزوی قسم ہی کے لوگوں کو سینے سے لگانا ہوگا"۔

(ماہنامہ حکمۃ قرآن، جولائی ۱۹۹۸ء صفحہ ۴)

حق یہ ہے کہ "مجدد اعظم" صاحب جدید علوم سے ہی بے بہرہ نہیں تھے الٰہیات اور روح اسلام سے بھی محض ناآشنا تھے اور اس کا واضح ثبوت ان کی کتاب "الجہد المقل" حصہ اوّل ہے جس میں ان کے تجدیدی عقائد کا تذکرہ ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ معاذاللہ جھوٹ خدا کی صفات فعلیہ میں داخل ہے۔ واقعہ غیر واقعی قدرت باری میں داخل ہے۔ افعال قبیحہ مقدور باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "دیوبندی مذہب" از غلام مہر علی گولڑوی صفحہ ۹۲،۹۱ ناشر کتب خانہ مہریہ چشتیاں ضلع بہاولنگر)

☆......☆......☆

حکم عدل کا فیصلہ

دور آخر کے آسمانی حکم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائے عزوجل عزاسمہ کی صفت قدیر کی حقیقت افروز تفسیر کرتے ہوئے محمود حسن اور ان کے ہم خیال ملاؤں مثلاً رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے نظریات پر زبردست تنقید کی اور فرمایا:

"یادرکھو اللہ تعالیٰ بے شک قادر ہے مگر وہ اپنے تقدس اور ان صفات کے خلاف نہیں کرتا جو قدیم سے الہامی کتب میں بیان کی جارہی ہیں۔ گویا ان کے خلاف اس کی توجہ ہوتی ہی نہیں۔ وہ ذات پاک اپنے مواعید کے خلاف بھی نہیں کرتا اور نہ اس طرف وہ متوجہ ہوتا ہے"۔

(ملفوظات جلد ۹ مطبوعہ لندن صفحہ ۲۶۶)

نیز فرمایا:

"بے شک خداتعالیٰ قادر ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ خلاف وعدہ کرتا ہے یا ایسے افعال بھی اس سے صادر ہوتے ہیں جو اس کی صفات کاملہ اور اس کی قدوسیت کے خلاف ہوں.........

قادر سمجھ کر خدا تعالیٰ کے لئے ایسے امور تجویز کر لینا جو اس کی صفاتِ کاملہ کے منافی ہوں اللہ تعالیٰ کی سخت ہتک اور توہین ہے۔ اور اس سے ڈرنا چاہئے۔ یہ محل ادب ہے"۔

(ملفوظات جلد ۸ مطبوعہ لندن صفحہ ۱۱۸)

☆......☆......☆

چند مشرکانہ اشعار

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" ۲۵ ستمبر ۱۹۹۸ء میں شائع شدہ ایک مضمون کا اقتباس:

"ایک مرتبہ حضرت سید پیر بدیع الدین راشد پیر آف جھنڈا سندھ والے ہمارے ضلع اوکاڑہ میں میلاد کے روز ایک دوست کے ہاں چوبارہ پر تشریف فرما تھے تو ایک جلوس میلاد میں مولوی صاحبان لڈی اور بھنگڑا ڈالتے ہوئے گزرے تو انہوں نے کہا آج تک یہ سنتے آئے تھے کہ کنجریاں ناچتی اور کنجر ناچتے اور بھنگڑا لڈی ڈالتے ہیں **آج پہلی دفعہ مولوی ناچتے دیکھے** ہیں"۔

"اس طرح کے جشن میں (عموماً بلکہ) اکثر و بیشتر ایسے اشعار اور قصیدے گائے جاتے ہیں جو شرکیہ الفاظ اور ایسے باغیانہ اطراء پر مشتمل ہوتے ہیں جن سے آنحضرتؐ نے منع فرمایا...... مثلاً ہمارے ملک پاکستان میں اس طرح کے اشعار گائے جاتے ہیں:

خدا کا پکڑا چھڑا لے محمد
محمد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا

...... مسلمان غالی ایسے شعر بھی پڑھتے ہیں:

شریعت کا ڈر ہے ورنہ صاف کہہ دوں
حبیب خدا خود خدا بن کے آیا
احد، احمد وچ فرق نہ کوئی
اِکو فرق میم مروڑی دا"

(صفحہ ۱۲،۱۳)

رسالہ پھاڑنے کے الزام میں تین احمدی مسلمانوں کے خلاف توہین رسالت کی دفعہ کے تحت مقدمہ

(پریس ڈیسک): پاکستان سے آمدہ اطلاعات کے مطابق مورخہ ۷ ردسمبر ۱۹۹۸ء کو کوٹری ضلع دادو سندھ کے تین احمدی مسلمانوں مکرم ناصر احمد صاحب بلوچ، مکرم ملک مبارک احمد صاحب اور مکرم ظفر احمد صاحب کے خلاف رسالہ "ختم نبوت" پھاڑنے اور جلانے کے الزام میں ایک مقدمہ نمبر 151/98 زیر دفعات 295,295/A,295/B,295/C,296 اور دفعہ 436 تعزیرات پاکستان تھانہ کوٹری ضلع دادو سندھ میں درج کیا گیا۔ یہ مقدمہ محمد نظر عثمانی ولد شیر محمد ساکن لطیف آباد انچارج دفتر عالمی مجلس ختم نبوت کی درخواست پر قائم کیا گیا۔ درخواست میں لکھا گیا کہ خاکسار مورخہ ۱۹ ر نومبر ۱۹۹۸ء کو سفائر ٹیکسٹائل ملز سائٹ ایریا کوٹری گیا جہاں مجھے مقرر شدہ مسجد کے پیش امام مولانا محمود احمد نے اطلاع دی کہ مل کے فورمین مرزا سلیم بیگ کے بیان کے مطابق ظفر قادیانی اور مبارک قادیانی جو دونوں مل میں کام کرتے ہیں نے ڈیپارٹمنٹ میں مطالعہ کے لئے رکھے ہوئے رسالہ ختم نبوت کی ایک کاپی کو پھاڑا اور پھر اسے آگ لگادی۔ درخواست میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اس کارروائی کو ایک شخص منور احمد نے بھی دیکھا ہے۔ چنانچہ ظفر اور مبارک دونوں کو مل کے انچارج ظہیر احمد کے پاس لے جایا گیا جہاں جنرل مینجر نے دونوں کو ملازمت سے فارغ کردیا۔

دفتر عالمی مجلس ختم نبوت کے انچارج نے مزید لکھا کہ اس واقعہ کو سن کر ہم مذکورہ ٹیکسٹائل مل میں گئے اور جائے وقوع کو دیکھا نیز پوچھ گچھ کرنے پر معلوم ہوا کہ ان دونوں نے رسالہ ناصر احمد قادیانی کے کہنے پر پھاڑا اور جلایا تھا۔ اس سارے واقعہ سے ہمارے جذبات بہت مجروح ہوئے ہیں لہذا درخواست ہے کہ ان تینوں احمدیوں کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

چنانچہ تینوں احمدیوں پر مذکورہ بالا دفعات کے تحت مقدمہ درج ہو گیا ہے۔ یاد رہے کہ دفعہ 295/C توہین رسالت کی دفعہ کہلاتی ہے جس کے تحت سزا صرف سزائے موت مقرر ہے۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اپنے پاکستانی بھائیوں کے لئے درددل سے دعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر شر سے اپنی حفاظت میں رکھے اور ظالموں کی گرفت فرمائے۔

نماز جنازہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۱ ر فروری ۱۹۹۹ء بروز اتوار مسجد فضل لندن کے احاطہ میں مکرم سید سجاد احمد صاحب (برادر مکرم ڈاکٹر سید فاروق احمد صاحب ریجنل صدر مڈلینڈ، خسر مکرم عارف ناصر دہلوی صاحب بیر سٹر بورنمتھ) کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ آپ ۱۶ ر فروری کو بوجہ ہارٹ فیل امریکہ میں وفات پاگئے۔ ایک بیٹا مڈل ایسٹ میں ہے اسے امریکہ جانے کا ویزا نہیں ملا۔ لہذا فیملی نے فیصلہ کیا ہے جنازہ لندن لے آئیں اور یہاں تدفین ہو۔

اس موقعہ پر مکرم مولوی عبدالغفور صاحب (والد مکرم فضل الرحمٰن خان صاحب امیر جماعت راولپنڈی، پاکستان) کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔ آپ ۱۰ ر فروری کو صبح راولپنڈی میں وفات پاگئے۔ آپ کی عمر ۹۶ سال تھی۔ نہایت مخلص اور احمدیت کے فدائی، پابند صوم صلوٰۃ اور نہایت ہمدرد انسان تھے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اعلیٰ علین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے۔